اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واُولی الامر منکم (قرآن)

من دعا الی الھدیٰ کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اجورھم شیئًا (حدیث)

تحفۃ المسلمین

ترجمہ اردو

مسائلِ اربعین

یعنی

شادی وغم کی رسوم کے متعلق اُن مسائل کا اردو ترجمہ جو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ محدث دہلوی نے خان زماں خاں صاحب مرحوم (جدامجد نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم) کے استفتے پر تحریر فرمائے اور اب بار سوم بفرمایش مولوی حاجی ریاض الرحمٰن خاں شروانی صاحب باہتمام ونگرانی

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مالک ومنیجر

شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ طبع ہوئے

۱۳۷۸ھ
۱۹۵۹ء

مختصر فہرست

تصنیفات نواب صدر یار جنگ بہادر

۱- سیرۃ نبوی صلعم

ذکر الحبیب — خصوصاً معجزات کے ذکر میں نہایت معتبر و مستند۔ ۲ر

ذکر جمیل — حضور صلعم کی مقدس حیات و پاکیزہ اخلاق کا نہایت مؤثر مرقع۔ ۶ر

شانِ رسالت — قرآن شریف کے لفظ "شاکلہ" کی تفسیر بیان کرکے حضور کی حیات مبارک کے چند مراتب کو اُس پر منطبق کیا گیا ہے۔ ۴ر

رسالۃ عامہ — ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلعم کی رسالت تا قیام قیامت تمام ملکوں، قوموں اور نسلوں کے لئے ہے۔ ۴ر

ذکر شریف — حضور صلعم کے پاک حالات، مبارک عادات اور نمونۃً چند معجزات کا بہترین بیان۔ ۴ر

شمع ہدایت — یہ کہ حضور کی تعلیم ایسی ہی ہدایت کن ہے جیسے تاریکی میں شمع۔ ۳ر

پیغام رحمت — خدا کی طرف سے حضور صلعم کے ذریعہ سے مخلوق کو توحید، امن، علم، مساوات، اخوت، حقوق، عدل، پارسائی و تقویٰ اور صفائی و پاکیزگی کیسے کیسے جان پرور پیغام ملے۔ ۴ر

۲- سیرۃ اصحاب رض

سیرۃ الصدیق — حضرت ابو بکر صدیق رض کی مفصل، مکمل، معتبر سوانح عمری۔ اپنے مضمون کی بہترین کتاب۔ عہ

۳- سیرۃ صلحاء و علماء وغیرہ

ذکر محبوب — حضرت پیران پیر دستگیر کے پاکیزہ حالات۔ ۴ر

قرۃ العین — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح

ملنے کا پتہ:- محمد مقتدیٰ خاں شروانی شروانی پریس و بک ڈپو۔ علی گڑھ

فہرستِ مضامین

تحفۃ المسلمین

(طبع ثالث)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۃ المسلمین

یعنی ترجمۂ اردو

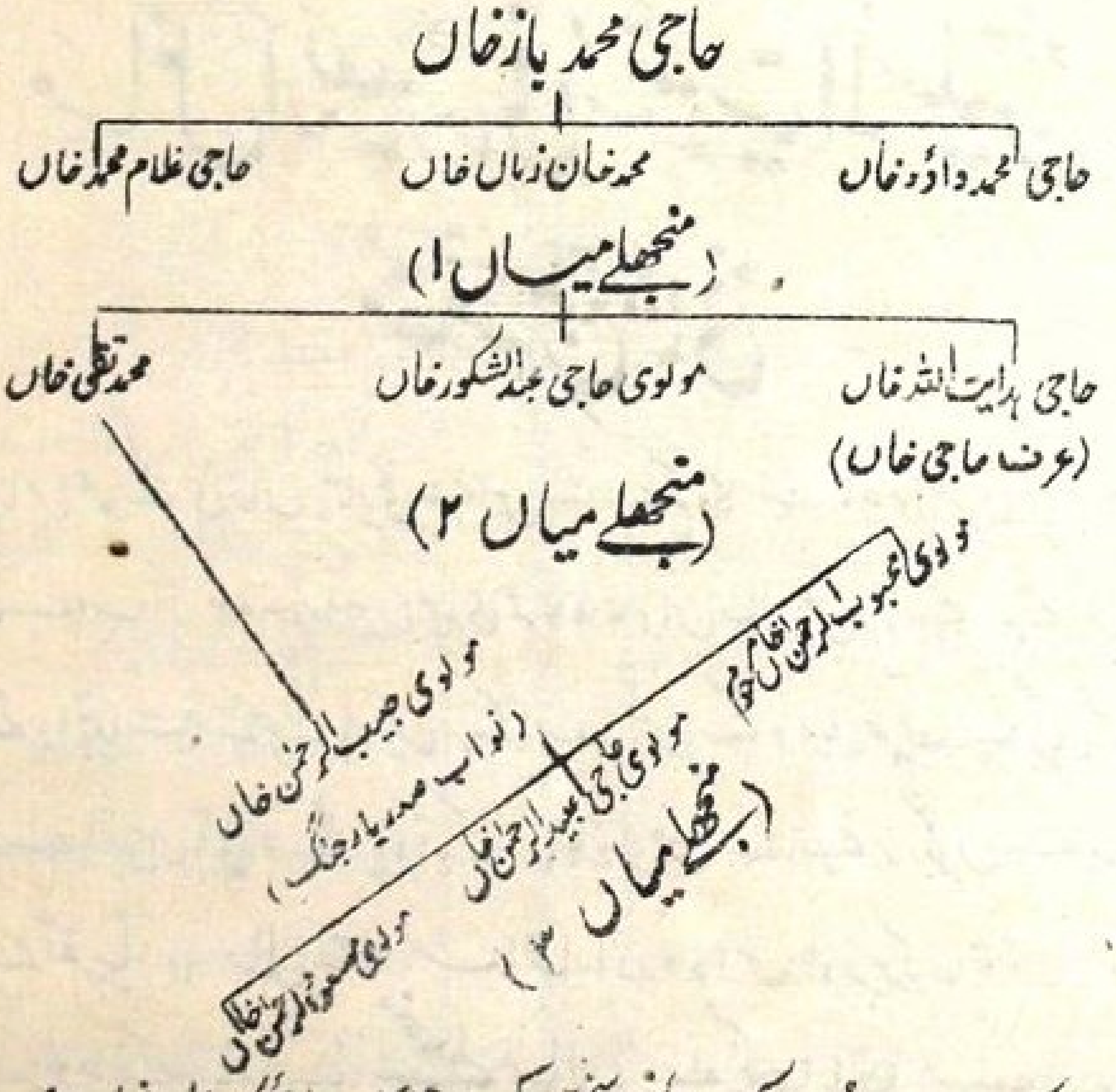
مسائلِ اربعین فی سُنّۃِ سیّدِ المرسلین

مقدمۂ طبعِ ثانی

میرا نام (محمد مقتدیٰ خاں) تاریخی ہے جس سے بے کم وکاست ۱۲۹۷ ہجری برآمد ہوتے ہیں۔ اس حساب سے اب (کہ ۱۳۶۲ھ ہیں) میری عمر کا ۶۶ واں سال چل رہا ہے۔ مجھے اپنی عمر کے چوتھے سال تک کے واقعات جستہ جستہ یاد ہیں۔ یہ کتاب (جس کے دوبارہ چھاپنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی ہے) میرے ہاتھ میں آئی تو مجھے یاد آیا کہ اس کا ذکر میں نے اپنے بزرگوں سے بدو شعور ہی سے (یعنی اب سے تقریباً ۶۲ سال پہلے) سُنا تھا۔ اور وہ اس طور پر کہ خاندان (شروانی) کے اندر اصلاحِ رسوم کے لئے اسے "منجھلے میاں" نے لکھوایا تھا۔ میرے اب وجد کے معاصر "منجھلے میاں" مولوی حاجی عبدالشکور خاں صاحب مرحوم تھے اور میں اُس وقت تک کہ یہ کتاب میرے ہاتھ میں آئی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ اصلاحِ رسوم اور تالیفِ کتاب کے محرّک اوّل عبدالشکور خاں صاحب مرحوم (نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہٗ کے عمّ بزرگ) تھے حالانکہ وہ "منجھلے میاں" جنھوں نے خاندانِ شروانی میں سب سے پہلے اصلاح رسوم کا خیال کیا

وہ ان "منجھلے میاں" (عبدالشکور خاں صاحب) کے پدر بزرگوار (محمد خان زماں خاں صاحب) تھے اور "منجھلے میاں" عبدالشکور خاں صاحب کا شرف اسی قدر تھا (اور وہ بھی بجائے خود کافی ہے) کہ اُنھوں نے باپ کی ہدایت کو نہایت تک پہونچایا۔

اور یہ نہایت عجیب اتفاق حسنہ ہے کہ اس کتاب کے ازسرِ نو چھپنے اور شائع ہونے کے نہایت سرگرم دال علی الخیر تیسرے **"منجھلے میاں"** (خان بہادری کو چھوڑ کر) مولوی حاجی عبیدالرحمٰن خاں سلمۂ خلف نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہٗ ہیں۔ اس مبارک لطیفہ کو بخوبی سمجھنے کے لئے ان "منجھلے میوں" کے شجرہ پر نظر ڈالئے۔



اس کتاب کی تالیف اور اُس کے مسائل پر سختی کے ساتھ عمل پیرائی کا حال نواب صدر یار جنگ بہادر کے قلم کی زبان سے سنئے۔

فروری ۱۹۴۳ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس علی گڑھ میں ہوا۔ اُسی کے ساتھ کانفرنس کے شعبۂ اصلاح معاشرت کا جلسہ ہوا جس کی کیفیت کے سلسلے میں نواب صاحب ممدوح نے اس کتاب (مسائل اربعین) کی تالیف اور اس کے مسائل و احکام کی تعمیل کی تاریخ بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اُسے لفظ بہ لفظ نقل کردوں۔ وَھُوَ ھٰذا:۔

اصلاح معاشرت

گزشتہ صدی کا ایک سبق آموز واقعہ

آج سے سو برس اُدھر کا زمانہ جو تاریکی و جہالت کا دور مانا جاتا ہے اُس میں بھی ایک اجلاس شعبۂ **اصلاح معاشرت** کا ہُوا تھا، اسی علی گڑھ کے ضلع میں **بھیکن پور** کے قلعہ کے صحن میں ایک خیمہ کے نیچے۔ اُس کی روداد خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

محمد خان زماں خاں صاحب مرحوم (میرے جد امجد) **شاہ عبد العزیز** صاحب محدث دہلویؒ کے مُرید تھے۔ ایک بار رسوم شادی و غم کے متعلق خاں صاحب ممدوح نے ایک استفتاء مُرتّب فرمایا جس میں چھتیس ۳۶ سوال شادی و غم کی رسوم مُروّجۂ خاندانِ شروانی کی بابت درج تھے۔ یہ استفتاء جواب کے لئے شاہ **محمد اسحٰق** صاحبؒ محدث دہلوی کی خدمت میں مولوی سیّد ابو محمد صاحب جلیسری کی معرفت (جو شاہ صاحب کے شاگرد تھے) پیش کیا گیا۔ شاہ صاحب نے چار سوال کا اضافہ فرما کر جواب تحریر فرمایا۔

اب یہ فتویٰ بھیکن پور آیا۔ دادا صاحب نے اپنے بڑے بھائی حاجی **محمد داؤد خاں** صاحب مرحوم کو دکھایا جو سردارِ خاندان تھے۔ بڑے بھائی نے دیکھ کر فرمایا "منجھلے میاں فتویٰ آیا ہے تو اُس پر عمل ہونا چاہئے۔ خاندان کے سرگروہ پٹھانوں کو طلب کرو۔ اُن کو دکھاؤ"۔ چنانچہ اجلاس طلب ہوا۔ پٹھانوں نے فتوے سے اظہارِ عقیدت کیا۔ اس پر حاجی **محمد داؤد خاں** صاحب نے فرمایا کہ عقیدت ہے تو اس پر عمل کرو۔ اُس زمانہ میں خاندانِ شروانی میں مثل دیگر خاندانوں کے رسوم کا شادی و غمی میں ایک طوفان برپا تھا۔ مثلاً شادی میں ناچ رنگ، آتش بازی، آرائش وغیرہ ساری رسمیں جاری تھیں، علیٰ ہٰذا القیاس۔

عمل کا ارشاد سُن کر مزید بحث ہوئی۔ قرار یہ پایا کہ اس جلسہ کے بعد جو شادی ہو اُس میں فتوے کے مطابق اصلاح جاری ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اُس کے بعد پہلی شادی

الہ وردی خاں رئیس چھرہ کے یہاں ہونے والی تھی۔ اُن سے فرمائش ہوئی کہ اصلاح پر پہلا قدم وہ اُٹھائیں اور خلافِ شرع تمام رسوم ترک کر دیں۔ وہ سُن کر گھبرا گئے اور کہا داؤد خاں جی سارا خاندان بگڑ جائے گا اور مجھ کو چھوڑ دے گا۔ فرمایا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس سے ہمت ہوئی اور کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ شادی سے قبل اعلان کیا کہ میرے یہاں شادی میں کوئی رسم خلاف شرع نہ ہوگی، نہ ناچ رنگ نہ آتشبازی اور نہ کوئی اور ایسی رسم۔

اس پر سارا خاندان بگڑا اور اعلان کیا کہ ہم اس شادی میں شریک نہ ہوں گے جو بزم ماتم بنے۔ حاجی محمد داؤد خاں صاحب نے اعلان کیا کہ ہم شریک ہوں گے۔ اس پر خاندان کی جہالت کا جوش کم ہوا۔ شادی ہوئی۔ رسوم بد موقوف۔ اسی کا رواج سارے خاندان میں ہو گیا۔ اس واقعہ کو سو برس سے زائد زمانہ گزر چکا۔ شروانی خاندان کی مردم شماری کم و بیش دو ہزار ہے، قریبا دو سو میل مربع کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔

اس تمام خاندان میں سو برس کے عرصۂ دراز میں ایک شادی کا واقعہ بیان نہیں کیا جا سکتا جس میں ناچ ہوا ہو، آتشبازی چلی ہو یا اور کوئی خلاف شرع رسم ہوئی ہو۔ آج تک سارے خاندان میں پیدائش سے لے کر وفات تک ساری رسمیں اُسی طریقہ پر جاری ہیں جو اُس وقت اللہ کے بندوں نے جاری فرمایا تھا۔

یہ تھی اُس زمانہ کے شعبۂ اصلاح کے ایک اجلاس کی رُوداد اور اُس کے نتائج۔

(کانفرنس گزٹ ۱۶ اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۲، کالم ۲)

خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس وقت تک زندہ و سلامت رکھا کہ میں "جاء الحق و زھق الباطل" کا کرشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہ (جو نہ صرف ریاست میں بلکہ دیانت میں بھی اپنے جدِ امجد محمد جہاں زماں خاں صاحب مرحوم و مغفور محرک اصلاح رسوم کے ماشاء اللہ وارث و خلف ہیں) ان کے یہاں بتوفیقِ ایزدی اب تک بھی دین داری کا جس قدر چرچا باقی ہے اور (خدا اسے ہمیشہ باقی رکھے) اُس کا ایک

واقعہ بیان کرنا یقیناً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

جس زمانہ میں یہ تیسرے "منجھلے میاں" مولوی حاجی عبیدالرحمٰن خاں سلمہٗ بالکل بچے تھے اور اُن کے بڑے اور چھوٹے بھائی بھی بقیدِ حیات تھے (خدا اُن پر رحم کرے) تو ایک بزرگ حبیب گنج تشریف لائے اور کچھ وقت قیام فرمایا۔ واپس جاکر اپنی خانقاہ سے انھوں نے نواب صدر یار جنگ بہادر (اُس وقت کے مولوی حبیب الرحمٰن خاں) کو جو خط لکھا اُس کا کوئی اور جزو مجھے اب یاد نہیں ہے، الّا ایک فقرہ جو اُسی وقت میرے دل پر نقش ہوگیا اور خدا کے فضل سے اب تک نقش ہے۔ اور وہ یہ تھا کہ "**نمازی بچّے یاد آتے ہیں**"۔ بزرگ ممدوح کے میں نے یہ الفاظ بے کم و کاست نقل کئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ نواب صدر یار جنگ بہادر کو بھی یاد ہوں گے اور میں چاہتا ہوں عبیدالرحمٰن خاں صاحب بھی انھیں ہمیشہ یاد رکھیں اور اپنے بچّوں کو یاد کرائیں ؎

ہمینست بس از کردگارِ مجید

کہ توفیقِ خیرت بود بر مزید

فتاوٰے جو اس کتاب میں جمع ہیں اُن کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اُن کے اردو ترجمہ کے متعلق صرف اس واقعہ کی طرف توجہ دلانی ضروری سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ یہ ۱۲۶۶ھ یعنی اب سے (جو ۱۳۶۲ھ ہے) ایک سو دو سال پہلے کا ہے، تاہم اُس کی زبان اس قدر صاف اور منجھی ہوئی ہے کہ کوئی مقام زبان کے لحاظ سے غیر مانوس نہیں معلوم ہوتا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُردو زبان اس سے بھی صدیوں پہلے سے متداول اور زبان زد عام و خاص تھی۔

چھپائی کے متعلق یہ ہے کہ میں نے اسے اُس نسخہ سے نقل کیا ہے جو ۱۲۶۶ھ یعنی سال ترجمہ (۱۲۶۰ھ) سے صرف ۶ سال بعد اور تالیف فتاوٰے (۱۲۵۵ھ) سے گیارہ سال بعد کا چھپا ہوا ہے۔ اگرچہ اس کی چھپائی صاف ہے لیکن غلطیاں بہت کثرت سے تھیں اور باوجودیکہ ایک صفحہ "صحیح نامہ" کے لئے وقف کیا گیا ہے، پھر بھی بہت سی غلطیاں باقی ہیں۔ میں نے اپنے چھاپے ہوئے نسخہ میں حتی الامکان

سب کو درست کر کے ایک صحیح نسخہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ خط بھی واضح تر رکھا ہے اور ہر مسئلہ کو سرِ سطر اور جلی قلم سے شروع کیا ہے تاکہ تلاش اور استخراج مسائل میں کافی آسانی رہے۔ مع ہٰذا اسی غرض کے لئے ایک فہرست بھی مُرتّب کر دی ہے جس میں مسائل اور اُن کے جواب کا شمار اور خلاصہ بھی دے دیا ہے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیہِ تَوَکَّلتُ وَاِلَیہِ اُنِیبُ۔

ان مسائل کی ترتیب و ترویج کے وقت (جس کو ۱۰۰ سال کا طویل عرصہ ہوتا ہے) ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں تدین اب سے بہت زیادہ تھا اور اُس وقت علما و صلحا و واعظین کی اب سے بہت زیادہ کثرت تھی، اور اس لئے استیصال قبائح کی طرف توجہ بھی زیادہ ہوتی تھی اور مصلحانہ تصانیف بھی کثرت سے شائع ہوتی رہتی تھیں اور شوق و عقیدت کے ساتھ عام طور پر پڑھی جاتی اور اپنا اثر دکھلاتی تھیں۔ ان سب کے مقابلہ میں یہ وہ دور ہے کہ قیامت سے قریب تر ہے۔ علم کا ارتفاع اور عمل کا فقدان نظر آتا ہے۔ کتابیں پہلے سے بہت زیادہ اور ارزاں شائع ہو رہی ہیں۔ مگر ان کا جو رنگ ہے وہ "حالش مپرس" کا مصداق ہے۔ حسنات کا ضعف اور منکرات کا زور روز افزوں ہے۔ ان حالات میں جس سے جو بن آئے وہ بہت مغتنم ہے۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ مولوی حاجی عبید الرحمٰن خاں صاحب کو اُن کی نیک نیتی اور سعی کی دارین میں جزائے خیر دے اور یہ نکتہ بھی سمجھنے کی توفیق کہ وہ مسلم یونیورسٹی کے خازن کی حیثیت سے نہ صرف ایک بہت بڑے کنبہ اور خاندان کی بلکہ بجائے خود یک دُنیا اور جہان کی (اسلامی نقطۂ نظر سے) اصلاح حال کے ذمہ دار ہیں اور انھیں اپنی اس ذمہ داری کو عند اللہ و عند الرسول نباہنا چاہئے۔ "کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہٖ"۔

دل اندر صمد باید اے دوست بست
کہ عاجز ترست از صنم ہر کہ ہست

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع شروانی، علی گڑھ
رجب المرجب ۱۳۶۲ھ
جولائی ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۃ المسلمین

ترجمہ

مسائلِ اربعین

سزاوارِ حمد وہ خالق بے مثال ہے کہ ہماری تعلیم کے واسطے ایسے نبی آخر الزماں کو پیدا کیا کہ جن کی تعریف میں عجز سے چپ رہنا عین کمال ہے۔ اور لائق شکر کے وہ قادر ذوالجلال ہے کہ ہماری تربیت کے لئے ایسے رسول اولو العزم کو بھیجا کہ اُن کی مدح میں زبانِ ناطقہ لال ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اُس کی کہ واسطے پرورش اولاد کے ماں باپ کو محبت دلی عطا فرمائی۔ اور بزبانِ رسول مقبول اپنے کے تربیت اور تادیب کی راہ بتائی۔ ایسے رسول مقبول کہ مخاطب برحمۃٌ للعالمین اور ملقّب برؤف رحیم ہیں۔ امت پر باپ سے زیادہ شفیق ماں سے زیادہ کریم ہیں۔ جو اُن کا ہم نام ہوا آگ سے بچا مستحق انعام ہوا۔ شادی وغم میں ہم کو جو چاہئے سب صاف صاف بتایا۔ اور رسمیں کفر اور شرک کی کہ ہمارے حق میں مضر تھیں اُن سے منع فرمایا۔ اُن کے اعوان اور انصار آلِ اطہار و اصحابِ کبار ہیں جب تک جئے محبت کا دم بھرتے رہے۔ اور ترویجِ دین سید المرسلینؐ میں جان و مال سے کوشش کرتے رہے خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ مخاطب بہ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ تھے و ملقب بتصدیق رسول مختار عالی وقار تھے۔ حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ

شرک و بدعت کی بنیاد جڑ سے کھو دی۔ آب تیغ سے نجاست کفر کی کفار کے دلوں سے دھو دی۔ حضرت عثمان نے رضی اللہ عنہ کمال عشق میں کئی بار گھر بار لٹایا۔ اہلِ بیت رسول میں گنے گئے خطاب ذی النورین کا پایا۔ اگر مدینۂ علم کے پیغمبر انس و جان ہیں تو اس کے دروازہ حضرت علی علیہم التحیۃ و الرضوان ہیں۔ اُن پر شجاعت نے فخر کیا۔ اور سخاوت نے انھیں سے رواج لیا۔ صفتِ قہاری خدا کے اسد اللہ الغالب مظہر ہیں۔ اور خاکساری کے ابو تراب مصدر ہیں۔ قربان جایئے مجتہدین کے کہ مغز قرآن و حدیث کو پہنچ کر مسائل شرعیہ کی ایسی ترتیب اور تہذیب کی کہ اس کے بعد جگہ دھوکے اور شک کی نہ رہی۔ اس پر بھی اگر کوئی اس سیدھی راہ کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہ چلے، حافظ حقیقی ہم کو اور اُس کو فریب شیطان سے بچاوے توفیق نیک عنایت کرے۔

بعد اس کے معلوم کیا چاہئے کہ اس زمانے میں بہ سبب بے علمی اور عملداری اشرار اور مخالطت کفار کے اکثر لوگ اپنے دین کے جادۂ قویم اور صراطِ مستقیم سے بچل گئے۔ اور اپنی عبادات اور عادات میں سنّتِ سنیّہ اور قواعدِ شرعیہ پر قایم نہ رہے۔ اور نفس شیطان کے بہکانے سے اپنی شادی غمی میں رسوم بدعیہ اور بدعات شنیعہ نکالیں۔ اور ارتکاب محرّمات اور مشابہت کفار کی عادتیں ڈالیں۔ اس حال میں اگرچہ اکثر علماءِ دیندار اور واعظین ابرار نے ان خرافات و بدعات کے بہت وعید سنائے۔ اور بہت اُردو کے رسالے اس کی رد میں بنائے۔ لیکن اب تک ایسا کوئی رسالہ جس میں ابتدا تولد سے لغایت موت اور تجہیز اور تکفین کے مسائل اکٹھا ہوں نہ بنا۔ اور ایسا کوئی نسخہ جس میں ان مسائل کی سند قرآن و حدیث و فقہ سے ہو نظر سے نہ گزرا۔

لہٰذا محمد خان زماں خاں محمد باز خاں کے بیٹے بھیکم پور کے رئیس نے سن بارہ سے پچپن ہجری مقدس میں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقدمے کے ستیّس مسائل مذہب بمکارم الاخلاق مولانا ابو سلیمان محمد اسحاق سراج علماء باتمیز حضرت شاہ عبد العزیز کے نواسے سے

استفسا کئے۔ مولانا ممدوح نے باوجود عروض عوارض جسمانی اور لحوق عوائق روحانی کے اُن کے جواب کا اقبال کیا۔ اور سید ابو محمد جالیسری کو کہ مولوی امین الدین صاحب کے مشہور اور آدمی دیندار اور باشعور ہیں اس کی تحریر پر مامور فرمایا۔ سید صاحب موصوف نے پانچ مسائل اور اسی جنس کے اُن پینتیس مسئلوں میں ملاکر اور اُن کا بھی جواب مولانا سے دریافت کر کر **مسائل اربعین فی سُنّۃِ سیدِ المرسلین** نام ایک کتاب بنائی۔ اور بعد لکھنے کے حضرت کو سنا کر اُس کے آخر آپ کی اور مولوی محبوب علی دہلوی صاحب کی مُہر لگائی۔

سو اُس کتاب میں اگرچہ سوال اور حاصل جواب کی عبارت زبان فارسی میں تھی لیکن اور عربی کی کتابوں کی عبارت یا قرآن کی آیت اور حدیث جو سند کے واسطے مرقوم تھی سو بے ترجمہ تھی۔ تو اُس کا سمجھنا فقط فارسی پڑھے آدمی پر تو دشوار تھا ہی جس کو عربی میں استعداد کم ہو اُس کو بھی فائدہ تمام نہیں حاصل ہوتا تھا۔ اس واسطے اس خیر خواہ اہلِ اسلام **محمد نظام** شاہجہاں پوری نے سن بارہ سے ساٹھ میں اُس کا ترجمہ زبان اردو میں کر دیا تاکہ ہر مسلمان اس سے پورا فائدہ پاوے۔ اور حرف آشنا آدمی بھی پڑھ کر یا محض بے علم سُن کر اس کو اپنی شادی وغمی میں **دستور العمل** بناوے اور **تحفۃ المسلمین ترجمہ مسائلِ اربعین** اس کا نام رکھا۔

اب قبل ترجمے کے کئی باتیں سُن لیا چاہئے۔

اوّل یہ کہ جیسے دلّی والوں کی عادت ہے کہ ترجمہ کرنے میں ترکیبی معنی کا لحاظ نہیں کرتے ہیں، لوگوں کے محاورے بول چال بموجب لکھتے ہیں وہی راہ اس ترجمے میں بھی اختیار کی اور معنی ترکیبی سے مزاحمت نہ کی کہ ہر کوئی بے تکلف فائدہ اٹھاوے اور کسی پر کٹھن نہ ہو جاوے۔

دوسرے یہ کہ اس میں بعینہٖ اُسی کتاب کا مضمون لکھا کچھ اپنی طرف سے نہیں ملایا اور جس مقام پر ترجمے کا بھی مطلب دشوار فہم تھا اُس کا حاصل اور جو اور کسی کتاب کا مضمون اس کا مؤید نظر آیا اُس کو حاشیے پر بطور فائدے کے لکھ دیا کتاب میں نہ داخل کیا تاکہ بہ سبب اس اختلاط کے کتاب اعتبار سے ساقط نہ ہو جاوے اور کوئی کم فہم نکتہ چینی اور تکرار یں نہ اٹھاوے۔

تیسرے یہ کہ جہاں پر ایک کتاب کی عبارت تمام ہوئی وہاں پر فقط کی لفظ سُرخی سے پتے کے واسطے لکھ دی اور جو حاشیے کی عبارت تھی اُس کو حاشیے پر لکھ کر اُس کے آخر کو بارہ کا ہندسہ کہ نشان حد کا ہے بنا دیا اور غلطی کی ترک جو حاشیے پر لکھی اُس کے آخر حرف ص کی صورت کہ علامت صحت کی ہے بنا دی۔ لکھنے والے کو چاہئے کہ ان علامتوں کا خوب ہی لحاظ کرے جو حاشیہ ہو اُس کو وہی بارہ کا ہندسہ بنا کر حاشیے پر لکھے اور جو ترک ہو اُس کو کتاب کے اندر داخل کرے اور آپ بھی مقابلے کے وقت جو ترک لکھے اس کے آخر صاد بناوے تاکہ ایک دوسری کتاب کی عبارت اور حاشیہ اور ترک مل کر خبط نہ ہو جاوے۔

چوتھے یہ کہ جو عبارت اس میں عربی کی تھی خواہ حدیث یا آیت یا فقہ کی روایت اُس عبارت کو تو اُس کے ترجمے کے ساتھ مندرج کیا اور جو فارسی کی عبارت تھی اُس کو تطویل لاطائل سمجھ کر نہ لکھا فقط ترجمے پر اکتفا کیا اور وہی فقط کی علامت آخر کو سُرخی سے بنا دی۔

پانچویں یہ کہ اس ترجمے کے لکھنے کا اتفاق ایسے وقت میں ہوا کہ امراض متنوعہ اکثر اوقات لاحق حال رہے اور کوئی کتاب بھی لغت وغیرہ کی پاس نہ تھی فقط اصل کتاب روبرو رکھ کر ترجمہ لکھا۔ سو اس فن کے ماہرین کی خدمت شریف میں بعد سلام کے یہ عرض ہے کہ اس میں جو کہیں خطا واقع ہوئی ہو اُس کو اصلاح کر دیں اور مہربانی فرما کر فقیر کو دُعائے خیر سے یاد فرما دیں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

مقدمہ اس کے بیان میں کہ ہر مسلمان پر واجب اور لازم ہے کہ اپنی شادی اور غم اور رسوم و عادات میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور اُن کے صحابوں کا رویہ اور مجتہدوں کا فرمودہ جو اہل سنّت کی معتبر کتابوں میں موجود ہے عمل میں لاوے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے چنانچہ عُبادہ بن صامت کہ آنحضرت کے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ

اَهْلَهٗ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَانَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ یعنی قول کیا ہم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا حکم سُننے اور اُس کی تابعداری کرنے پر خواری میں اور تونگری میں اور خوشی میں اور غم میں اور اس پر کہ اگر کسی کو ہم پر بڑائی دی جاوے تو ہم بُرا نہ مانیں اور اس پر کہ کسی حاکم سے ہم سرتابی نہ کریں اور اُس کا جو حکم دنیا اور سلطنت کے اُمور میں ہو بے تکرار مان لیں اور اس پر کہ ٹھیک بات کے قائل ہوں اور حق کہیں جہاں ہوں اور نہ ڈریں اللہ تعالیٰ کے حکم ادا کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

مسلمان کو چاہئے کہ خلاف شریعت جاہلیت کی رسمیں پھر خواہ وہ شرک کے طرز پر ہوں یا بدعت یا گُناہ سب کو یک قلم ترک کرے اور ہر حال میں سنّت کا اتباع کرتا ہے اس واسطے کہ نبی صاحبؐ نے فرمایا کہ تَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَۃٍ یعنی سنت پر چلنا بہتر ہے بدعت نکالنے سے خصوصًا ایسے وقت میں کہ لوگ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت بلکہ واجب و فرض جانتے ہیں اور بدعت کے منع کرنے والوں اور تارکوں کے بُرے نام ٹھہراتے ہیں۔ ہر شادی اور غم میں سنت ہی کو مقدم رکھنا چاہئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی وقت میں سنّت پر عمل کرنے والوں کے حق میں فرمایا ہے مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ یعنی جس نے چنگل مارا اور عمل کیا میری سنّت پر میری امت کے فساد کے وقت تو اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ہے اِس کا سبب یہ ہے کہ شہیدِ حقیقی جو کافروں کے مقابلے پر جہاد میں اپنی جان دیتا ہے تو ایک شہید کا ثواب پاتا ہے اور یہ شہید روحی دین کی غربت اور مفسدوں کی شرارت کے وقت جناب رسالتؐ مآب کی سنت کو خوب مضبوط پکڑتا ہے اور کسی کے بُرا کہنے سے نہیں ڈرتا تو اُس پر چاروں طرف سے طعنیں پڑتی ہیں اور تیر ملامت کا نشانہ ہو جاتا ہے اس واسطے اُس کو سو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ قطعہ

زخمِ تلوار غیر ہے ایک زخم | زخمِ تیغ زبان قیامت ہے
اثر اُس زخم کا تو ہے تن پر | اِس کا تو جان پر جراحت ہے

اور لوگوں کا بار ملامت اٹھانا اور صدمات طعن و تشنیع خلائق کا متحمل ہونا اصل سُنت انبیاء کی ہے علیہم السلام۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یعنی بڑے سخت آدمیوں میں بلا کے سہنے میں نبی ہیں بعد اس کے وہ لوگ جو نبیوں سے زیادہ مشابہ ہیں پھر وہ لوگ جو ان مشابہوں کے مشابہ ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ سب سے بہتر ہے دُنیا چند روزہ ہے آخر کو خدا ہی سے کام پڑے گا۔ پھر وہاں جیسا کیا ویسا بھگتنا ہوگا۔ مثل مشہور ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ سو ہر قول و فعل میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے اور بہشت میں داخل ہونے کا باعث۔ سو یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے دے اللہ تعالیٰ ہمارے نصیب کرے اور اُس کا انکار خدا کا قہر ہے خدا ہم کو بچاوے آمین یارب العالمین قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ مَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی رواہ البخاری یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری ساری امت بہشت میں داخل ہو گی مگر جس نے منہ پھیرا انکار کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت انکار کون کرے گا فرمایا جس نے میری تابعداری کی وہ بہشت میں داخل ہوا اور جس نے میرا حکم نہ مانا بس اُس نے انکار کیا۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت عین اطاعت خدا کی ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰہِدِیْنَ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ جس نے حکم مانا رسول کا تو بیشک اُس نے حکم مانا اللہ کا اور جس نے منہ پھیرا تو اے پیغمبر ہم نے تجھ کو اُن پر نگہبان تو بھیجا نہیں یعنی تم کو فقط پیغام پہنچانے کو بھیجا ہے تم اپنا کام پورا کرو تم کو اُن کے ایمان لانے نہ لانے سے کیا مطلب یہ کہ تم کو اُن کا نگہبان تو کیا نہیں کہ کفر سے اُن کی حفاظت کرو۔ اے رب ہمارے ہم نے تیرے سب حکم مانے اور تیرے نبی کی تابعداری کی سو تو ہم کو لکھ لے ماننے والوں میں۔

اب مقدمہ جس میں سنت کی ترغیب اور بدعت اور بُری رسموں سے ترہیب کا بیان تھا

تمام ہوا۔ یہاں سے مسائل کا بیان شروع ہوتا ہے فَاَسْاَلُ اللّٰهَ التَّوْفِيْقَ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ وَبِهٖ اَسْتَعِيْنُ فِيْ كُلِّ مَرَامٍ۔

سوال۔ علماء دین اور مقتیانِ شرع متین ان چالیس مسئلوں کے جواب میں کیا فرماتے ہیں بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔

پہلا مسئلہ۔ اولاد کے پیدا ہونے کے وقت دونوں کانوں میں اذان اور اقامت کہنا واجب ہی یا سنت یا مستحب اور نام محمد یا احمد رکھنا درست ہی یا نہیں جواب اذان اور اقامت کا اولاد کے کان میں کہنا مستحب ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت چنانچہ ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ ابو رافع صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے پیغمبر خدا کو امام حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہتے دیکھا جس وقت وہ پیدا ہوئے۔ اور مفتاح النجاۃ میں صاف لکھا ہے کہ جب دونوں اماموں یعنی امام حسن اور امام حسین میں سے ایک پیدا ہوئے تو داہنے کان میں پیغمبر خدا نے اذان کہی اور بائیں میں اقامت۔ سیوطی نے اپنی جامع صغیر میں مسند ابو یعلیٰ سے نقل کیا ہی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کے کوئی اولاد پیدا ہوا اور وہ اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہہ دے تو اس کو ام الصبیان کا مرض جس کو جموگا کہتے ہیں ضرر نہ کرے گا اور محمد یا احمد نام رکھنا مستحب ہی۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نام رکھا کرو میرے نام پر۔ اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ پیغمبروں کے نام پر نام رکھا کرو یعنی موسیٰ عیسیٰ یحییٰ ابراہیم اسحاق اسمٰعیل وغیرہ[1]۔ اور جامع صغیر میں سیوطی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہی کہ مَنْ وُلِدَ لَهٗ ثَلٰثَةُ اَوْلَادٍ فَلَمْ يُسَمِّ اَحَدَهُمْ بِاسْمِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ جَهِلَ یعنی جس کے تین

---

[1] احیاء العلوم میں ہے کہ جس نے نام رکھا اپنی اولاد کا کسی نبی کے نام پر تو اس کو لعنت کرنا اور گالی دینا اور اس کا چھوٹا نام لینا اہانت اور حقارت کی راہ سے درست نہیں مگر اس کے روبرو کہنا کہ تو ایسا ایسا ہے بغیر اس کا نام لئے مضائقہ نہیں اور اس لڑکے کی عزت کیا کرے جس کا نام محمد اور احمد ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب تم محمد نام رکھا کرو تو اس کی تعظیم کیا کرو ۱۲ مترجم

اولادیں پیدا ہوئیں سو ایک کا نام بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نہ رکھا تو بیشک اُس نے اُس کا ثواب نہ جانا اور اُس کی برکت سے محروم رہا۔ اور اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہے۔

دُوسرا مسئلہ۔ جو شخص لڑکے کے کان میں اذان کہے اُس کو کچھ مٹھائی یا نقد دینا جائز ہے یا نہیں **جواب** اذان دینے کے مقدمے میں حدیث سے اسی قدر ثابت ہی کہ گھر میں کا بڑا مولود کے کان میں اذان واقامت کہے اور اگر کوئی اور کہہ دے تو بھی سُنّت ادا ہو جائے گی۔ اُس کو کچھ دینا ثابت نہیں اور یہ ثابت نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرتؐ کو کچھ اذان دینے کے بعد دیا ہو پھر اگر کوئی دے دیوے تو ظاہر میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا بشرطیکہ رسم نہ ٹھہرالیوے اور لازم نہ پکڑلے کہ خواہ مخواہ اپنے اوپر قرض اُدھار کی تکلیف اُٹھاوے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو اُس کی طاقت سے سوا۔ سو جو کوئی اُس کو دین کے کاموں کی طرح ضرور جانے گا گنہگار ہوگا اور جو کوئی اذان کی اُجرت کی نیت پر کچھ دے گا تو اذان لڑکوں کے کان میں کہنا علماء کے نزدیک عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا اور دینا حنفیوں کے اصل قاعدے بموجب درست نہیں چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود ہی۔ اور اس اُجرت کے حرام ہونے کی دلیل قرآن کی آیت ہی کہ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ پیغمبروں کا مقولہ ہی کہ یعنی ہماری اس ہدایت اور دینی مسائل سکھلانے کی مزدوری اللہ ہی پر ہی تم لوگوں سے کچھ مزدوری نہیں چاہتے۔ اور مستحب طریقہ لڑکوں کے کان چھیدنے میں اذان واقامت کہنے کا یہ ہے کہ پہلے اُس کو نہلادیں پھر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر اُس کے دونوں کانوں میں اذان واقامت کہیں[۱] اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دونوں طرف منھ پھیریں جیسا نماز کی اذان کہتے وقت پھیرا کرتے ہیں۔ اور بھی تحنیک کرنا ہمارے مستحب ہی چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث صحیح میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے وارد ہی کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[۱] پہلے داہنے کان میں اذان کہیں پھر دوسرے کان میں اقامت ۱۲ مترجم

كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ یعنی پیغمبر خدا کے پاس لائے جاتے تھے لڑکے سو آپ اُن پر برکت کی دُعا کرتے تھے اور اُن کی تحنیک کرتے تھے اور تحنیک سے مُراد یہ ہی کہ خرما چبا کر لڑکے کے تالو میں مل دینا اور خرمے کے سوا اور میٹھی چیز سے[1] بھی تحنیک درست ہی لیکن خرما افضل ہی۔

تیسرا مسئلہ[3]۔ لڑکا پیدا ہونے کے بعد دستور ہی کہ حجام اُس لڑکے کے اقربا کو مبارکباد دیتا ہی اور وہ اُس کو کچھ کپڑا یا نقد اُس کے عوض میں دیتے ہیں یہ دستور جائز ہی یا نہیں **جواب** ظاہر میں یہ دینا جائز معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ صحابہ سے خوشی سُنانے والے کو انعام دینا ثابت ہی چنانچہ کعب بن مالک کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے اُس کو جس نے توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی اپنے خاص کپڑے دئے تھے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ قصہ[2] موجود ہی۔ لیکن اُس خوشی سُنانے والے کا اُس پر جس کو خوشی سُناوے کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا ہی کہ زمانے کا دستور اپنی دستاویز ٹھہرا کر لڑ جھگڑ کر لیوے یہ بات شرع میں ثابت نہیں بلکہ ایسے وقت کچھ دینا تبرع اور احسان ہی اور احسان میں کچھ جبر اور زبردستی نہیں ہوتی چنانچہ وَلَا جَبْرَ عَلَى الْمُتَبَرِّعِ فقہ میں موجود ہی۔ اور جو اُس وقت کوئی گھاس وغیرہ سبز چیز سامنے لاکر مبارکباد دے (جیسا کفار ہند کی رسم ہی) تو اس صورت میں اُس کو تنبیہ و زجر چاہئے نہ انعام و اجر واللہ اعلم۔

چوتھا مسئلہ۔ یہ جو چھوچھک کا رسم ہندوستان میں رائج ہے کہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد اُس کی ننہال سے کچھ غلہ کپڑا نقد آتا ہے درست ہی یا نہیں **جواب** یہ غلہ وغیرہ اُس لڑکے

---

[1] لیکن آگ بن بنی ہو جیسے شہد اور گنے کا رس وغیرہ اور ان مسائل کی خوب تفصیل عقیقے کے رسالے میں (جو عنقریب اُس کا ترجمہ ہو چکا ہے) موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے ۱۲ مترجم

[2] غزوۂ تبوک میں بغیر اجازت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عذر تین یار گھر رہ گئے تھے حضرت کی ہمراہی سے محروم رہے تھے ایک کعب دوسرے بلال تیسرے مرارہ حضرت نے اُن پر عتاب کیا کلام کرنا چھوڑ دیا اور صحابیوں کو فرمایا کہ ان سے بات چیت چھوڑ دو چالیس دن کے بعد حکم کیا کہ اپنی اپنی بیبیوں سے بھی صحبت اور ارتباط ترک کرو طلاق تو نہ دو مگر فراق کرو پچاس دن کے بعد ان کے حق میں معافی کا حکم آیا اور اُن کی توبہ قبول ہوئی ۱۲ مترجم

کے والیوں کو بھیجنا اگر قرابت کا حق ادا کرنے کی نیت پر ہو تو درست ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نئی حاجت کے وقت حضرت فاطمہ کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ اس آیت کے حکم بموجب وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ یعنی دے تو رشتہ داروں کو اُن کا حق یہ اپنے اقربا کو نفع پہنچانا (بلا قید رعایت اُن رسموں کے جو ہندوستان میں رائج ہیں) بہتر ہے بشرطیکہ مقدور ہو اور نوبت قرض لینے کی نہ پہونچے یہ نہیں کہ اپنے نام و نشان پر مرے اور قرض کی بلا میں پڑے اور شریعت کے حکم بموجب خیر و نیکی کی دلیل قرآن کی آیت ہے وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ یعنی نیکی کرو شاید تمہارا بھلا ہو۔ اور اگر یہ جہالت کی رسم ادا کرنے کی نیت پر ہو تو ہرگز درست نہیں اس واسطے کہ اس میں ہندوؤں کی تشبیہ لازم آتی ہے اور تشبیہ کا حال یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو کسی قوم کا اپنے آپ کو مشابہ بناوے وہ اُسی قوم میں ہے۔

پانچواں مسئلہ۔ لڑکے کا عقیقہ اگر کسی عذر سے ساتویں دن نہ ہو سکے تو کب تک جائز ہے اور اُس کی سر کے بالوں بھر چاندی یا سونا تول کر حجام کو دینا درست ہے یا نہیں اور عقیقے کا گوشت کس طرح تقسیم کریں اور اُس کا کلّہ اور پائے کسی کو دے ڈالیں یا معہ چمڑا وغیرہ زمین میں گاڑھ دیں اور جس طرح قربانی کی ہڈی توڑتے ہیں ویسے ہی اس کی بھی ہڈی توڑیں یا نہ توڑیں۔

جواب ساتویں دن اگر عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں دن کریں اور اگر وہ دن بھی ٹل جائے تو اکیسویں دن کریں اور حنفی علماء کے نزدیک تو عقیقہ فقط مستحب ہے کچھ فرض و واجب نہیں ہے تو اگر کوئی تنگ دست اور مفلس ہو اور اُس کا ہاتھ عقیقے کو نہ پہونچے تو کیا ضرور کہ اپنے سر پر قرض اُٹھاوے اور عقیقے کو فرض کی طرح ٹھہراوے اور لڑکے کے سر کے بال چاندی سے تول کر محتاج کو دینا مستحب ہے اور مونڈنے والے کو اُس کی مزدوری کے حساب میں دینا درست نہیں صدقے کے خلاف ہے اور جس کو مقدور ہو اور وہ سونے سے بال وزن کر کے خیرات کرے تو بھی درست

لہ تو اس صورت میں ... کا نام چھو چھک رکھنا لغو ہے ۱۲

ہی پھر اُن بالوں کو زمین میں گاڑھ دینا مستحب ہی۔ یہ مضمون طیبی مشکوٰۃ کی شرح کا ہے بہر تقدیر یہ عقیقے کی سنت حتی المقدور ہر مسلمان کو ادا کرنا چاہیے مقدور پاکر سستی کرنا بہتر نہیں اس واسطے کہ احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ یعنی لڑکا اپنے عقیقے پر گروہ ہے کہ اُس کی پیدایش سے ساتویں دن ذبح ہو اور اُس لڑکے کا نام رکھا جاوے اور سر مونڈا جاوے۔ اور عقیقے میں بہتر یہ ہے کہ لڑکا ہووے تو میں دُو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری ذبح کریں۔ پھر اگر لڑکا ہونے میں بھی ایک ہی بکری ذبح کریں تو بھی کافی ہے اور نر و مادہ کا حکم عقیقے میں ایک[1] ہی اور بھیڑ اور دُنبہ بھی جائز ہے۔ اور اس گوشت کی تقسیم ذبح کے بعد یوں مستحب ہی کہ اُس جانور کا سر مونڈنے والے کو دیں اور ایک ران دائی جنائی یعنی جوگن کو دیں بعد اس کے باقی گوشت کے تین حصے کریں تول کر یا اندازے سے سو ایک حصہ فقیروں محتاجوں کو بانٹ دیں اور دُو حصے اپنے اقربا اور ہمسایہ کے لئے طیار کریں جیسا قربانی میں کیا کرتے ہیں چنانچہ علما فرماتے ہیں حُكْمُ الْعَقِيقَةِ حُكْمُ الْاُضْحِيَةِ یعنی حکم عقیقے کا قربانی کا سا حکم ہے تو اس صورت میں ماں باپ دادی دادا کا کھانا بھی مضائقہ نہیں۔ اور مشہور اس کے خلاف ہی سو اُس کی کچھ اصل[2] نہیں وَلَا تُكْسَرُ عِظَامُهَا تَفَاؤُلًا وَاِنْ كُسِرَتْ فَلَا بَأْسَ بِهٖ لِاَنَّ الْاُضْحِيَةَ تُكْسَرُ عِظَامُهَا كَذَا فِي كُتُبِ الْفِقْهِ یعنی عقیقے کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے

---

[1] حدیث میں ہی وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اِنَاثًا یعنی تمہارا کچھ ضرر نہیں مذکر ہوں وہ نوں جانور یا مادہ ۱۲ مترجم

[2] چنانچہ شرح مقدمی کی عبارت ہی وَهِيَ كَالْاُضْحِيَةِ فِي سِنِّهَا وَجِنْسِهَا وَالْاَكْلِ مِنْهَا یعنی عقیقہ قربانی کی طرح ہے کھانے میں بھی یعنی جو اُس کو کھاوے سو اُس کو کھاوے لیکن خاتم المحدثین نے حدیث كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهٖ سے نکالا ہی کہ اس حدیث میں رہن کی لفظ کہ گرو کے معنی پر ہے فدیہ دینے پر دلالت کرتی ہے اسی واسطے ماں باپ وغیرہ کو کہ اُس کی طرف سے فدیہ دیتے ہیں کھانا مکروہ ہے چنانچہ اسی سبب سے مسلمانوں میں یہ عادت جاری ہے کہ ماں باپ وغیرہ اُس گوشت کو نہیں کھاتے اور فقہ والوں کی سمجھ کے طور پر اس حدیث میں اس معنی کا لطیف اشارہ ہے یہ تقریر تحفۃ المشتاق کی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ مترجم

کہ اس میں اولاد کی درستی اعضا کی فال ہے اور توڑ ڈالیں تو بھی کچھ ڈر نہیں اس واسطے کہ قربانی کی ہڈیاں توڑی جاتی ہیں اور اس کے بعضے جز زمین میں گاڑھ دینا ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ گاڑھنا مال ضائع کرنا ہے اور شریعت میں مال ضائع کرنا درست نہیں اور اُس جانور کے پائے اگر سر کے تابع جائیں تو مونڈنے والے کو دیں اور نہیں تو اپنے خرچ میں لاویں اور اُس کا چمڑا پکا کر یعنی دباغت دے کر کتاب کی جلد میں استعمال کریں یا خیرات کر دیں اور عقیقے کی ذبح کے وقت کی دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ اِبْنِیْ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ وَاجْعَلْهَا فِدَاءً لِابْنِیْ مِنَ النَّارِ معنی یہ کہ اے اللہ یہ عقیقہ میرے بیٹے فلانے کا ہے اس کا خون اُس کے خون کے بدلے اور اُس کا گوشت اُس کی گوشت کے بدلے اور اُس کی ہڈی اُس کی ہڈی کے بدلے اور اُس کا چمڑا اُس کے چمڑے کے بدلے اور اُس کے بال اُس کے بالوں کے بدلے اے اللہ مجھ سے یہ عقیقہ قبول کر اور کر دے اس کو میرے بیٹے کا اُول آگ سے۔

چھٹا[۶] مسئلہ۔ یہ جو لوگ چار برس چار مہینے چار دن چار گھڑی کی عمر میں لڑکے کا مکتب مقرر کرتے ہیں اور اُس کو بسم اللہ پڑھاتے ہیں اس کی اصل کیا ہے جائز یا ناجائز جواب لڑکے کے مکتب کا یہ طریقہ جو ہندوستان میں رائج ہے سو اس طرح پر شرع کے اصول سے جو کتاب یعنی قرآن اور سنت اور اجماع اور مجتہدوں کا قیاس ہے ثابت نہیں تو اس کا ایسا اہتمام کرنا کہ اس کو نکاح کے ولیمے کی طرح ٹھہرانا ہرگز نہ چاہیے اتنا البتہ ثابت ہے کہ عبد المطلب کی اولاد میں سے جو لڑکا گویا ہوتا بولنے لگتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کلمۂ توحید اور آیت قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا آخر سورۃ تک سکھلا دیتے تھے چنانچہ حصن حصین وغیرہ کتابوں میں موجود ہے اور لڑکے کے بولنے کی کوئی حد مقرر نہیں بعضے دوسرے برس میں بعضے کچھ زیادہ کم میں بولا کرتے ہیں قَالَ الْعُلَمَاءُ اِذَا نَطَقَ لِسَانُهٗ لُقِّنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ[۱] اٰه وَاِذَا

---

[۱] یہ آہ کی صورت اشارہ ہے الیٰ آخرہ کا یعنی آیت کے آخر تک۔ ۱۲ مترجم

بلغ سبع سنین ختن ولا ینبغی ان یؤخر عنہ وامر بالصلوٰۃ تدریباً کما جاء فی الحدیث
مُروا صبیانکم بالصلوٰۃ اذا بلغوا سبعاً یعنی عالم کہتے ہیں کہ جب لڑکے کی زبان چلے یعنی
باتیں کرنا شروع ہو تو اُس کو کلمہ طیب لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آیت قل الحمد للہ الذی آخر
تک سکھلادیں اور جب سات برس کو پہنچے تو اُس کا ختنہ کریں اور اس سے دیر کرنا بہتر نہیں اور اس
کو نماز کا حکم کریں تاکہ اس کی عادت ہو رہے آگے کو نماز قضا نہ کرے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حکم
کرو اپنے لڑکوں کو نماز کا جب وہ سات برس کے ہوں۔ اور شرعۃ الاسلام کی شرح میں لکھا ہے کہ
لڑکوں کا مکتب جو اس مدت معین میں ہوتا ہے بعضے توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت کا سینہ مبارک جو
اول مرتبہ شق ہوا تھا تو آپ کا سن شریف چار برس کا تھا اس کے بعد لکھا ہے والمشھور انہ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کان لہ حینئذٍ ثلث سنین یعنی اور مشہور یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم اُس وقت تین برس کے تھے تو اس قول سے پہلی توجیہ ضعیف ہو گئی اور یہی ٹھیک رہا کہ
اس تعیین کے شرع میں کچھ اصل نہیں۔

ساتواں مسئلہ۔ بعد اس مکتب کے شیرینی یا کھانا برادری میں بانٹنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ شرع شریف میں خوشی اور سرور کا وقت کوئی نعمت حاصل ہونے کے بعد مقرر ہوا ہے،
جیسے ولیمہ نکاح کے بعد اور عقیقہ تولد کے بعد اور پہلے سے نعمت ملنے کی اُمید پر خوشی کرنا نہیں
آیا۔ سو یہ شیرینی تقسیم کرنا مسنون تو نہیں ہے بہت ہوگا تو مباح ہوگا اس واسطے کہ جس سبب سے
یہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے یعنی مکتب کی خوشی وہی مسنون نہیں تا باین چہ رسد سو مباح ہونے
کی بھی یہ شرط ہے کہ اس میں ریا اور سمعہ یعنی لوگوں کو دکھانا اور سنانا منظور ہو اور خواہ مخواہ اس
کے لازم کر لینے کی نیت نہ ہو اور نہیں تو مکروہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ جب سورۂ بقرہ سیکھ چکے تھے تو
اونٹ ذبح کر کے اپنے دوستوں کو کھلایا تھا چنانچہ تفسیر فتح العزیز میں مذکور ہے تو اس روایت
سے معلوم ہوا کہ نعمت حاصل کرنے کے بعد علی الخصوص جب وہ نعمت دینی ہو اپنے دوستوں کو
کھانا کھلانا یا شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے اسی سبب سے ان شہروں میں قرآن شریف کے ختم کے بعد

خوشی کرتے ہیں اور کھانا یا مٹھائی دوستوں آشناؤں کو کھلاتے ہیں اور اُس کو نشرہ بولتے ہیں۔ سو یہ طریقہ جائز بلکہ مستحب ہے اور تحصیل علم سے فراغ کے بعد بھی خوشی کرنا اسی قبیل سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

آٹھواں مسئلہ۔ لڑکوں کی ختنے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں شیرنی یا کھانا بانٹنا کیسا ہی جائز یا نہیں **جواب** ختنے کی خوشی میں دعوت کرنا اور کھانا بانٹنا جائز بلکہ مستحب ہے چنانچہ شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ کی عربی شرح میں لکھا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شیرنی تقسیم کرے تو بھی جائز اور مباح ہوگا اور لڑکیوں کے کان چھیدتے وقت طعام و شیرنی تقسیم کرنا کسی کتاب میں نظر نہیں پڑا ظاہرا ہندوستان کی رسم معلوم ہوتی ہے۔ اور فقہ کی کتابوں دُرِ مختار وغیرہ میں اسی قدر آیا ہے کہ لَا بَاسَ بِثَقْبِ اُذُنِ الْبِنْتِ یعنی بیٹی کا کان چھیدنا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور حمادیہ میں واقعاتِ حسامیہ سے یوں نقل کیا ہے وَلَا بَاسَ بِثَقْبِ اُذُنِ الطِّفْلِ مِنَ الْبَنَاتِ لِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ یعنی اور کچھ ڈر نہیں کہ لڑکیوں کا کان چھیدا جائے اس واسطے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی لوگ یہ کام کیا کرتے تھے بغیر انکار کے یعنی صحابہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ اور نصاب الاحتساب میں اس عبارت سے آیا ہے کہ لَا بَاسَ بِثَقْبِ اُذُنِ الطِّفْلِ مِنَ النِّسَاءِ وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ ثَقْبَ اُذُنِ الطِّفْلِ مِنَ الذُّکُوْرِ مَکْرُوْہٌ فَیُحْتَسَبُ عَلٰی مَنْ فَعَلَہٗ یعنی لڑکیوں کا کان چھیدنا برا نہیں اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کان چھیدنا لڑکوں کا مکروہ ہے تو جو کوئی لڑکوں کا کان چھیدے تو اُس سے احتساب لیا جائے گا یعنی قاضی اُس کو تنبیہ کرے گا اور اس کام پر زجر کرے گا۔

نواں مسئلہ۔ ختنے کے وقت لڑکوں کو نشے کی چیز کھلانا اور اُن کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں **جواب** نشے کی چیز نابالغ کو کھلانا لڑکا ہو یا لڑکی حرام ہے جیسا بالغ مرد و عورت دونوں کو حرام ہے اور ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا لڑکوں کے حرام ہے

کہ اُن کو مرد بالغ کا حکم ہے اور مرد کو تو مہندی حرام ہی ہے اور لڑکیوں کو جائز ہے جیسے عورت جوان کو جائز ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں ہے وَلَا يَنبَغِي اَنْ تُخْضَبَ يَدُ الصَّبِيِّ وَرِجْلُهُ بِالْحِنَّاءِ وَيَحْرُمُ عَلَى الصَّبِيِّ شُرْبُ الْخَمْرِ وَاَكْلُ الْمَيْتَةِ وَالْاِثْمُ عَلَى الَّذِي سَقَاهُ وَاَكَلَهُ یعنی اور لائق نہیں چھوٹے لڑکے کے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگنا اور حرام ہے لڑکے کو خمر یعنی نشے کی چیز پینا اور مُردہ کھانا اور گناہ اُس پر ہوگا جس نے اُس کو پلایا اور کھلایا۔ اور حدیث میں آیا ہے اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ یعنی خمر وہ چیز ہے جو چھپا دیوے عقل کو اور یہ بھی آیا ہے کہ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ یعنی نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہی[^1] تو جو چیز بالغ مردوں کو جائز ہے لڑکے نابالغ کو بھی جائز ہے اور جو کچھ عورتوں بالغہ کو درست ہی لڑکی نابالغہ کو بھی درست ہی اور جو کچھ ان دونوں کو مباح نہیں ہی لڑکا لڑکی دونوں کو مباح نہیں اور نشے کی چیز مرد عورت دونوں پر حرام ہی سو اُن کی اتباع کے سبب لڑکی لڑکا کو بھی حرام ہی اور اُس کا باقی بیان آگے آوے گا۔

دسواں مسئلہ۔ زیور اور ریشمیں کپڑا چھوٹے لڑکوں کو جو غیر مکلّف ہیں پہننا جائز ہی یا نہیں اور اگر مردوں کی بے اجازت عورتیں اپنے پاس سے ریشمین کپڑا یا زیور بنا کر لڑکوں کو پہنا دیں تو درست ہے یا نہیں **جواب** سونے روپے کا زیور اور ریشمیں کپڑا لڑکوں کو پہننا مکروہ ہے چنانچہ ہدایہ میں ہی وَيُكْرَهُ اَنْ يُلْبَسَ الذُّكُوْرُ مِنَ الصِّبْيَانِ الذَّهَبَ وَالْحَرِيْرَ لِاَنَّ التَّحْرِيْمَ لَمَّا ثَبَتَ فِي حَقِّ الذُّكُوْرِ وَحُرِمَ اللُّبْسُ حَرُمَ الْاِلْبَاسُ كَالْخَمْرِ لَمَّا حَرُمَ شُرْبُهٗ حَرُمَ سَقْيُهٗ یعنی مکروہ ہی لڑکوں کو سونا اور ریشم پہنانا اس لئے کہ جب مردوں کے حق میں اس کی حرمت ثابت ہوئی اور پہننا حرام ٹھہرا تو پہنانا بھی حرام ہوا جیسے شراب کا پینا پلانا دونوں حرام ہیں۔ اور یہ بھی ہدایہ میں ہی وَلَا يَجُوْزُ لِلرِّجَالِ التَّحَلِّي بِالذَّهَبِ لِمَا رَوَيْنَا وَلَا بِالْفِضَّةِ لِاَنَّهٗ فِي مَعْنَاهُ یعنی مردوں کو سونے کا زیور پہننا جائز نہیں اور نہ چاندی کا اس واسطے کہ اُس کا بھی یہی حال ہی۔ اور

---

[^1]: تو اس سے واضح ہوا کہ افیون اور پوست اور گانجا اور چرس اور بھنگ و بوزہ اور دھتورا اور تاڑی اور مدک اور شیرے کی شراب بھر خواہ اُس کی معجون بناؤ یا مٹھائی میں ملاؤ سب حرام ہے ۱۲ مترجم

نصاب الاحتساب میں شرح طحاوی کبیر سے لکھا ہی وَیکرہُ لِباسُ الحَرِیرِ للرِّجَالِ والصبیانِ مِن الذُّکُورِ وَکذٰلک الذہبُ وَالفِضّۃُ یعنی اور مکروہ ہی پہننا ریشم کا مردوں اور لڑکوں کو اور ایسے ہی سونا اور چاندی مکروہ ہی! در اُسی کتاب میں ہی وَیکرہُ للذُّکورِ الصِّغارِ الخلخالُ وَالسِّوارُ یعنی مکروہ ہی چھوٹے لڑکوں کو گجرے اور کڑے پہننا اور اگر عورتیں مردوں کی بے اجازت اپنے مال سے لڑکوں کو یہ چیزیں پہنادیں تو مردوں کو چاہئے کہ اُن کو روکیں اور ڈاٹ دیں کہ اس حرکت سے باز رہیں اور لڑکوں سے اتار ڈالیں کہ بُری چیز کا دور کرنا ضرور ہے۔ مشکوٰۃ کی حدیث موجود ہی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَن رَأیٰ مِنکُم مُنکَرًا فَلیُغَیِّرہُ بِیَدِہٖ آخر حدیث تک اور اگر وہ بھی درگزر کریں گے اور اس خرابی کو درہم برہم نہ کریں گے تو گناہ میں شریک ہوں گے۔ اور یہ جو مکروہ کی لفظ ان عبارتوں میں واقع ہے تو اس سے مُراد مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام کے نزدیک نہ تنزیہی جو حلال سے قریب ہے۔

گیارھواں (۱۱) مسئلہ۔ دستور ہی کہ قبل نکاح دولہن کے گھر سے کچھ نقد[ل] کپڑا وغیرہ دولہا کے گھر بھجواتے ہیں اور حجام اور بھاٹ وغیرہ اس کے لے جانے والے کو کچھ انعام دیا کرتے ہیں اس کا کیا حال ہے جائز ہے یا ناجائز جواب اس سوال کا خلاصہ جواب یہ ہی کہ ایسے امور میں رسم کا لحاظ کرے اور عمل میں لاوے اور بغیر لازم کیے کرلے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں اور لے جانے والے کو دینا دو حال سے خالی نہیں یا اُس کی مزدوری میں دے تو وہ جدی بات ہی اُس میں کلام نہیں یا احسان کی راہ سے دے تو اس میں اس کو جھگڑنا نہیں پہنچتا کہ جھنجھٹ کر کے زیادہ مانگے کیونکہ تبرع اور احسان پر جبر درست نہیں چنانچہ اس کا حال تیسرے مسئلے میں گزر چکا۔

بارھواں (۱۲) مسئلہ۔ ولیمے کا کھانا برادری کے واسطے پکوانا قبل نکاح کے چاہئے یا بعد نکاح کے پھر اگر بعد نکاح کے پکوادیں تو کے دن تک درست ہے جواب ولیمے کا کھانا پکوانا سنت تو بعد ہی نکاح کے ہی اور پہلے سنت نہیں ہے۔ زین العرب نے مشکوٰۃ کے حاشیے

ل یہ رسم بعض شہروں میں ہوتی ہے ۱۲ مترجم

میں لکھا ہے اِنَّ الوَلِیمَۃَ تکُونُ بعدَ الدُّخولِ وقیلَ عِندَ العَقدِ وقیلَ عِندَ ھُمَا۔ یعنی ولیمہ عورت سے صحبت کے بعد چاہئے اور بعضوں نے کہا نکاح کے وقت اور بعضوں نے کہا صحبت اور نکاح دونوں کے وقت چاہئے۔ اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ ولیمہ اُس کھانے کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت یا نکاح کے بعد اور کسی خوشی جیسے ختنہ وغیرہ کے بعد پکایا جائے۔ اور یہ جو رواج ہے کہ لڑکی کے طرف والے برات کے لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں سو یہ اگر بطور ضیافت ہو اور وہ شخص مقدور والا ہو اور نام اور نمود کا لحاظ نہ ہو اور نوبت قرض اور سودی روپے لینے کی نہ پہونچے اور اُس کو خواہ مخواہ لازم نہ کرلے تو درست ہے اور اس کھانے کے قبول کرنے کی ایک بڑی شرط یہ ہے کہ راگ باجے اور اور بُرے کھیل تماشے کی چیزوں سے خالی ہو۔ چنانچہ امام محمد غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاءُ العلوم میں مُنکراتِ ضیافت کے بیان میں لکھا ہے ومنھا سماعُ الاوتارِ وسماعُ القینَاتِ ومنھا اجتماعُ النساءِ علی السطحِ تنظرُ الی الرجالِ مھما کان فی الرجالِ شابٌّ یُخافُ الفتنۃ بینھم فکلُّ ذٰلک محظورٌ منکرٌ یجبُ تغییرہ ومن عجز عن تغییرہ لزمہ الخروج ولم یجز لہ الجلوس فلا رُخصۃَ فی الجلوسِ فی مُشاھدۃ المنکَرَاتِ یعنی منجملہ ضیافت کی بُرائیوں میں سے تار کے باجے سننا اور فاحشہ عورتوں کا راگ سُننا ہے اور عورتوں کا چھت پر جمع ہونا کہ جوان مردوں کو تکیں اور فساد کا خوف ہو سو یہ سب بُری ممنوع چیزیں ہیں کہ ان کا دفع کرنا واجب ہی پھر جس سے دفع نہ ہو سکے تو اُس کو وہاں سے چلا آنا لازم ہے اور بیٹھنا درست نہیں اس واسطے کہ جہاں بُری چیزیں دیکھنا پڑیں وہاں بیٹھنے کی شرع میں رخصت نہیں۔ باقی رہا حال ولیمے کی دعوت کا سو اس کو قبول کرنا اور کھانا جائز بلکہ سنت ہے بشرطیکہ وہ بھی ان شرعی بُرائیوں سے خالی ہو اور کوئی بدعت اور شرک کی رسم اُس میں واقع نہ ہو نہیں تو اُس کا کھانا بھی جائز نہ ہوگا۔ بلکہ اگر سابق سے معلوم ہو کہ اُس مجلس میں بدعات ہوں گے تو وہاں جانے ہی سے پرہیز کرے۔ اور ایک برائی ولیمے کے کھانے میں یہ ہی کہ امیروں کو بلائیں اور مسکینوں کو چھوڑ دیں چنانچہ

مشکوٰۃ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شَرُّ الطعامِ طعامُ الولیمۃِ یدعیٰ لھا الاغنیاءُ ویترکُ الفقراءُ ومَنْ ترکَ الدعوۃَ عصَی اللہَ ورسولہٗ یعنی بُرا کھانوں میں ولیمے کا کھانا ہے جس میں غنی بلائے جاویں اور فقیر چھوڑ دیے جاویں اور جو کوئی دعوت کی اجابت نہ کرے وہ اللہ و رسول کا گنہگار ہے۔ پھر اگر ان جانتے اُس مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں بدعات پائیں تو وہ جانے والا اگر منع کی طاقت رکھتا ہو تو منع کرے اور اس خرابی سے روکے اور اگر منع پر قادر نہ ہو تو پھر اگر وہ شخص مقتدا ہے اور لوگ اُس کی سند پکڑتے ہیں تو جھٹ چلا آوے تاکہ اُس کی پیروی لوگ نہ پکڑیں اور اگر ایسا نہیں ہے عامی آدمی ہے تو اگر بیٹھ جاوے اور کھانا کھالیوے تو جائز ہے، اس لئے کہ دعوت کا اجابت کرنا سنّت ہے، سو بدعت کے سبب چھوڑا نہ جائے گا جیسے ایک جنازے میں پیٹنے والی عورت ساتھ ہو تو اُس کی نماز پڑھ لینا درست ہے۔ چنانچہ بعینہٖ یہ مضمون شرح وقایہ میں موجود ہے اعلم انہٗ لا یخلو انہٗ ان علم قبل الحضور ان ھناك لھوا لا یَجُوزُ الحضورُ وان لم یعلم قبل ذٰلك لکن ھجم بعدہٗ فان کان قادرا علی المنع یمنعُ و ان لم یکن قادرا فان کان الرجل مقتدیً یخرج لئلا یقتدی الناسُ بہٖ وان لم یکن مقتدیً فان قعدَ واکلَ جاز لان اجابۃَ الدعوۃ سنۃٌ فلا تُترکُ بسبب بدعۃٍ کصلٰوۃ الجنازۃِ تحضرھا النائحۃُ اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر لکھا گیا سو عامی آدمی جو اس مجلس میں ہو اُس کو بھی اتنا ضرور ہے کہ اس فعل کو دل میں بُرا جانتا رہے۔ حدیث میں آیا ہے فان لم یستطع فبقلبہٖ وذٰلك اضعفُ الایمانِ یعنی اگر زبان سے بھی منع کی طاقت نہ رکھے تو دل سے بُرا جانے اور یہ بودا درجہ ایمان کا ہی اور جو شخص دل سے بھی بُرا نہ جانے تو ایمان جانے کا خوف ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

تیرہواں ۱۳ مسئلہ۔ ہندوستان کی رسم ہی کہ چند روز نکاح سے پہلے دلہن کو علحدہ مکان پر بٹھلاتے ہیں اور آنگن میں بھی نہیں نکلنے دیتے یہ کیسی بات ہے جائز یا ناجائز اور یہ بھی

رسم ہی کہ شادی کے وقت نوتے میں کچھ دیا کرتے ہیں اس کا کیا حال درست ہے یا نادرست

جواب ایسے کام مباحات کی قسم سے ہیں کہ ان کا کرنا نہ کرنا برابر ہے اور فعل مباح کے کرنے نہ کرنے دونوں پر اصرار اور ہٹ مکروہ ہے چنانچہ ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ مَنْ اَصَرَّ علیٰ امرٍ مندوبٍ وَجعلہٗ عزمًا ولم یعمل بالرخصۃِ فقد اصاب منہ الشیطانُ من الاضلال فکیفَ مَنْ اَصَرَّ علیٰ بدعۃٍ وَمُنکرٍ یعنی جس نے کسی امر مستحب پر اصرار کیا اور کر دیا اس کو عزیمت[1] اور رخصت پر عمل نہ کیا تو بیشک پہنچا اُس سے شیطان کو ایک حصہ گمراہی کا سو کیا حال ہے اُس کا جس نے بدعت اور بُرائی پر اصرار کیا۔ اور نیوتے کی رسم میں مال خرچنا اپنی برادری میں بطریق صلۂ رحم مباح ہے اپنے مقدور موافق دے اور بے مقدوری کی حالت میں قرض نے کر ایسے کاموں میں لگانا کچھ نہیں کہ اس کو قرض ادا کرنا واجب ہوگا اور ایسے مباح کاموں میں قرض لینا بہتر نہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ بتلاتا ہے۔

چودھواں[۱۴] مسئلہ۔ برات رخصت ہوتے وقت دولہا کو بطریق سلامی کچھ دیا کرتے ہیں اور دولہن بھی دولہا کے گھر جاتی ہے تو اُس کو بھی منہ دکھائی دیتے ہیں یہ کیا رسم ہے جائز یا ناجائز **جواب** شریعتِ محمدیہ میں ان چیزوں کی کچھ اصل تو ثابت نہیں مگر ظاہر ایسے کاموں کا مباح ہونا معلوم ہوتا ہے اور مباح کام کا اپنے ذمے پر لازم کرنا ضرور نہیں چنانچہ یہ حال

---

[1] عزیمت اور رخصت اصول کے علم کی اصطلاحیں ہیں یہاں کو اس مقام پر اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ مثلاً ایک کام ہی کہ جس کی دونوں شکلیں جائز ہیں کرنے کی بھی اور نہ کرنے کی بھی اور لیکن ایک شق میں ثواب ہی اور دوسرے میں ثواب نہ عذاب مثلاً کوئی شخص کسی مسلمان کو قتل کرنے لگے اور کہے کہ تو کفر کا کلمہ کہہ لے تو میں تجھ کو چھوڑ دوں گا نہیں تو مار ڈالوں گا تو وہ مسلمان اگر دل میں ایمان مضبوط رکھے اور زبان سے کہہ لے تو رخصت ہے یعنی درست ہے اور اگر نہ کہے اور مارا جائے تو عزیمت ہی یعنی بہت ثواب ہوگا۔ کتاب والے کا مطلب یہ کہ ایسے کام جو اعمال میں واقع ہوں تو آدمی کو چاہئے کبھی رخصت پر بھی عمل کرے ہمیشہ عزیمت کا مقید نہ رہے نہیں تو شیطان خوش ہوگا ۱۲ مترجم

ابھی گزر چکا اور ایسی چیز کا لازم کر لینا جس کی کچھ اصل بھی شرع کی چاروں دلیلوں سے کہ کتاب[1] و سنت[2] و اجماع[3] و قیاس[4] ہے ثابت نہ ہو جائز نہیں بلکہ دین میں ایک نئی چیز نکالنا ہے تو جو کچھ اپنے دل کی رغبت سے دے دیں مباح ہے اور جو بے مقدوری یا اور کسی سبب سے نہ دیں تو کچھ شرعی ملامت نہیں۔

پندرہواں[15] مسئلہ۔ رسم ہے کہ لڑکا بیاہا جائے یا لڑکی کا نکاح ہو تو ننہال کی عورتیں کچھ نقد زیور کپڑا وغیرہ اپنے ساتھ لاتی ہیں اور کبھی آپ ہی شادی کا ذمہ کر لیتی ہیں یہ طور شرع شریف میں درست ہے یا نہیں **جواب** ایسے کام شریعت کے اصول کے قاعدوں بموجب درست ہیں بشرطیکہ ان میں برادری کے حقوق ادا کرنے کی نیت ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بطور صلے کے ایسا معاملہ کیا ہی کرتے تھے تو اس طرح کا دینا بلا کراہت مباح بلکہ مستحب ہے۔ پھر اگر کوئی اس میں اپنے آپس میں بڑائی اور نام آوری کی نیت کر لے اور شہرت مقصود ٹھہراوے تو البتہ درست نہیں بلکہ مکروہ ہے کہ مال خرچنے میں تفاخر اور نام آوری کا لحاظ بیشک شرع میں مذموم اور برا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ۔ یعنی تحقیق اللہ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور کاموں کو یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے مسلم کی روایت[5] سے۔

سولھواں[16] مسئلہ۔ بغیر حاجت دولہا کو نہلانا اور سوا کسمی لباس کے سفید کپڑے پہنانا

---

[5] مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو تم اگرچہ اپنی صورتیں شرع کے حکم موافق بنا لو اور اپنے مال موقع موقع بموجب حکم کے خرچو لیکن نیت تمہاری بخیر نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں بلکہ جب تم اخلاص سے اچھی نیت کر کے اور اللہ کا حکم جان کے ایسے کام کرو تب قبول ہوں اچھے کام بری نیت سے برے ہو جاتے ہیں البتہ برے کام اچھی نیت سے اچھے نہیں ہوتے سو اگر تم یہ کام رسم کے طور پر کرو گے اور جو کوئی روکے تو اس سے یوں تقریر بناؤ گے کہ ہم اچھی نیت سے برادری کے حقوق ادا کرنے کے لئے کرتے ہیں تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا جواب دے لے گا ۱۲ مترجم

اور اگرچہ دُلہن کا گھر قریب ہو تب بھی دولہا کو سوار کرنا اور برات کے لوگوں کے ساتھ گشت دینا درست ہی یا نہیں **جواب** یہ نہلانا شرع میں نہ مستحب و سنّت اگر بدن کو پاک صاف کرنے کو کوئی نہالے تو درجہ مباح تک پہنچ جائے گا اور جس مباح کو جاہل لوگ واجب یا سنت ٹھہرالیں تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا بیان گزر چکا اور سفید لباس پہننا درست ہے شرعہ حمادیہ میں نقل کیا ہی کہ اَحب الالوان البیاضُ والنظرُ اِلی الخضرِ یزید فی البصرِ وقد لبس رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم البرد الاخضر یعنی پیارا رنگ سفید ہی اور سبز رنگ کو دیکھنے سے نظر بڑھتی ہی اور بیشک پیغمبر خدا نے سبز چادریں اوڑھی ہیں اور ایسے ہی وہ لباس جو سبز و سیاہ و زرد کہ زعفران سے نہ رنگا ہو اور زعفران کے رنگے کپڑے سے مشابہ بھی نہ ہو جائز ہے اور جو کپڑا کسم کے پیلے رنگ میں رنگا ہو اُس کا پہننا بھی مکروہ ہے اور سوا کسم کے اور چیز کا رنگا کپڑا سُرخ پہننا بھی مختلف فیہ ہے بعضوں نے جائز بعضوں نے ناجائز کہا ہے اس کا ترک بہتر ہے چنانچہ حمادیہ میں مذکور ہے کہ امام حسن نے پیغمبر خدا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا وایاکم والحمرۃ فانہا من زینۃ الشیطان فان الشیطان یُحِبُّ الحُمرۃ یعنی بچو سُرخی سے اس واسطے کہ سُرخ چیز شیطان کی زینت ہی تو بیشک شیطان کو اچھی معلوم ہوتی ہے سُرخی ۔ اور دولہا کا سوار ہونا اور براتیوں کو ساتھ لے کر اپنی شوکت ظاہر کرنے کو گشت کرنا جائز نہیں چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیزؒ کے بعضے رسالوں میں جو نکاح کی بُری رسوم کی ممانعت میں لکھے ہیں مذکور ہی ولایجوزُ تضییعُ المال باحراق البارود والکاغد و رکوب الخیل والطوفُ بالبلد من غیر حاجۃٍ قال اللّٰہ تعالیٰ ولا تکونُوا کالذین خرجُوا من دیارِھم بطرًا ورِیاءَ النّاس واظھار المعازف والمزامیرِ والملاھی و اظھار لعب اللّعابین وسترحیطانِ البیتِ بالثیاب الجمیلۃِ تزیینًا ودخولُ النساءِ الاجنبیاتِ علی الزوجِ بعد الفراغ من العقدِ وکلامُھن معہٗ ومسّ انفہٖ واذنہٖ ووضعُ النباتِ علی جسدِ الزوجۃِ وامرِ الزوج بان یرفعہٗ بلسانہٖ وحفوف

النساءِ حول الزوج والزوجة عند الخلوة کلہ من البدعات المحرمۃ یعنی اور نہیں جائز ہے مال ضائع کرنا یا رو وا اُڑانے اور کاغذ جلانے میں اور گھوڑوں پر چڑھنا اور بے حاجت شہر میں پھرنا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہو جاؤ ان کی طرح جو نکلے اپنے گھر سے اتراتے اور لوگوں کے دکھلانے کو اور باجے اور غفلت کی چیز اور کھلاڑیوں کا کھیل ظاہر کرنا اور زینت کے لئے اچھے کپڑوں سے گھر کا دروازہ منڈھنا یا پردہ ڈالنا اور نکاح کے بعد اجنبی عورتوں کا دولہا کے پاس جانا اور اُس سے ہمکلام ہونا اور اُس کی ناک اور کان چھونا اور دُلہن کے جسم پر مصری رکھ کر دولہا کی زبان سے اُٹھوانا اور اکھٹا ہونا عورتوں کا دولہا دُلہن کے آس پاس خلوت کے وقت یہ سب بدعتیں ہیں حرام۔ فقط۔ مگر ہاں اگر دُلہن کا گھر دُور ہو کہ دولہا اور لوگ پیادہ نہ چل سکیں تو اس ضرورت کے سبب سوار ہونا مضائقہ نہیں۔

سترہواں مسئلہ۔ دولہا کو کپڑے پہناتے وقت برادری کے لوگ حجّام کو اپنے اپنے مقدور بھر کچھ کچھ دیا کرتے ہیں یہ کیسا ہے دُرست ہے یا نادرست **جواب** ایسے مسئلے کا جواب کئی بار گزر چکا کہ یہ دینا مباح کے درجہ تک پہونچے گا حجام کو جھگڑا نہیں پہنچتا احسان کرنے میں جبر و اکراہ کو راہ نہیں جو چاہے سو دے۔

اٹھارہواں مسئلہ۔ ساچق یعنی سوہابری کا دن مقرر کرنا اور اُس دن میوہ اور شیرینی اور کپڑوں کے تھان اور جوڑا اور خوشبو وغیرہ دُلہن کے گھر بھیجنا جائز ہے یا نہیں اور بعضے لوگوں میں حنا بندی کی بھی رسم ہے کہ دُلہن کے گھر سے ایک معین دن میں سوہابری کے بعد دولہا کے گھر مہندی بھیجتے ہیں اور دولہا کے ہاتھ پاؤں میں لگاتے ہیں دُرست ہے یا نہیں۔ **جواب** میوہ شیرینی کپڑے وغیرہ دولہا کے گھر سے دُلہن کے گھر بھیجنا درست ہے اس کا کوئی دن مقرر نہیں بلکہ ایسی چیزیں بطور تحفہ بلا تعین دن کے بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے فاتیحھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیدٌ افدخل بھا وساق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھا عشرۃ دنانیر وستین

درھماً وخماراً ودرعاً وازاراً وملحفۃً وخمسین مُدّاً من طعامٍ وثلثین صاعاً من تمرٍ
یعنی پھر نکاح کر دیا حضرت نے زینب بنتِ جحش کا زید اپنے لے پالک بیٹے سے سو انہوں
نے صحبت کی اُس سے اور بھیجا تھا پہلے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو دس دینار اور ساٹھ
درہم اور ایک اوڑھنی اور ایک چادر اور ایک تہبند اور ایک لحاف اور پچاس مُد غلہ گیہوں
کے اور تیس صاع چھوارے۔ فقط۔ اور ان چیزوں کے بھیجتے وقت کچھ تجمل اور آرایش کا اتفاق
نہیں ہوا تھا۔ دولہا کی طرف تحفہ بھیجنا تو ثابت ہوا مگر یہ جو یہاں رسم ہے کہ سوہا بری کے ساتھ
آرایش اور ڈھول تاشے ناچ وغیرہ حرام چیزیں کرتے ہیں یہ محض بے اصل ہیں اور سخت
گناہ۔ تو مسلمان دیندار کو لازم ہے کہ جس چیز کی اصل شرع میں پائی جاوے وہ تو بے تامل
عمل میں لاوے اور جس کی اصل نہ ہو اور وہ نامشروع اور ممنوع ہو اُس کے پاس نہ آوے اور
اپنے آپس میں بڑائی اور نام آوری کے لئے رسوم باطلہ کا پابند ہونا اور خدا و رسول کی رضامندی
کھونا ہرگز درست نہیں۔ اور آرایش کا یہ حال ہے کہ اس میں اسرافِ صریح اور کاغذ کی بے ادبی
ہے جس پر خدا رسول کا نام لکھا جاوے اس کو ایسے بیہودہ صرف میں لاوے۔ چنانچہ
مرآۃ الصفا[۱] والے نے لکھا ہے کہ یہ جو شادی میں کاغذ کے درخت بناتے ہیں سو کاغذ پر
اللہ تعالےٰ کا نام لکھا جاتا ہے تو اُس کے بنانے والے اور اس پر راضی ہونے والے سب خدا
کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ فقط۔ اور حنابندی کی رسم کا حال نویں مسئلے میں گزرا کہ بالغ مرد
بلکہ چھوٹے لڑکے کو بھی مہندی لگانا تھوڑی ہو یا بہت شادی میں ہو یا بغیر شادی درست
نہیں اور اشباہ ونظائر میں اس عبارت سے موجود ہے کہ ماحرم علی البالغ فعلہٗ حرم
علیہ فعلہٗ لولدہ الصغیر فلایجوز ان یسقیہٗ خمراً ولا ان یلبسہ حریراً ولا ان
یخضب یدہ لا بحناءٍ او رجلہٗ یعنی جو چیز بالغ مرد کو خود کرنا حرام ہے وہ اپنے نابالغ لڑکے
کے واسطے عمل میں لانا بھی حرام ہے تو اُس کو شراب پلانا اور ریشمیں کپڑا پہنانا اور اس کے

---

[۱] مرآۃ الصفا فی سنۃ المصطفےٰ کتاب کا نام ہے ۱۲ مترجم

ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگنا نہیں درست۔ اور نصاب الاحتساب میں ہے ولا ینبغی خضاب
الید والرجل للذکور صغیرا کان او کبیرا ولا باس بہ للنساء یعنی مردوں کو لائق
نہیں اپنے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا لڑکا ہو یا بڑا ہو۔ اور عورتوں کو کچھ ڈر نہیں۔ فقط۔ ان دونوں
عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مہندی کا استعمال مردوں کو حرام ہے جیسے ریشمیں کپڑا اور سونا
چاندی حرام ہے اگرچہ چھوٹے ہی لڑکے کیوں نہ ہوں لیکن عورتوں کو البتہ درست بلکہ سنت
ہے چنانچہ فتاوی حمادیہ میں کنز العباد سے منقول ہے کہ الحناء سنۃ للنساء ویکرہ
لغیرھن کالامرد والخناثی والرجال لانہ تشبہ بھن وکذا تشبہ المرأۃ بالرجل مکروہ
یعنی عورتوں کو حنابندی سنت ہے اور اُن کے سوا[1] اوروں کو مثل لڑکوں کے کہ جن کی
ڈاڑھی مونچھ نہ ہو اور اُن کی جو مخنثی ہیں اور مردوں کی مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں عورتوں
کے ساتھ تشبیہ ہے اور ایسا ہی عورتوں کو مرد کے مشابہ بننا مکروہ ہے۔ فقط۔ اور کبری اور ظہیریہ
میں ہے لا ینبغی للصغیر ان یخضب یدہ ورجلہ لان ذلک تزیین وھو مباح
للنساء یعنی لائق نہیں کہ چھوٹے لڑکے کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا دیں کیونکہ یہ زینت ہے
اور زینت عورتوں کو چاہیے۔ فقط۔ الغرض یہ مہندی کی رسم باطل اور حرام ہی اور حرام کام اور صغیرہ
گناہ پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہو جاتا ہی اور کبیرہ پر اصرار کفر کے قریب پہنچاتا ہی۔ خدا محفوظ رکھے۔

انیسواں[19] مسئلہ۔ پھولوں کا سہرا اور ہار کہ دولہا دلہن کے سر پر باندھتے اور گلے
میں ڈالتے ہیں درست ہے یا نہیں اور کنگنا باندھنا دلہن اور دولہا کے ہاتھ میں جائز ہے یا
ناجائز **جواب** سونے چاندی کے تاروں کا سہرا تو مردوں کو ہرگز درست نہیں کہ سونے کا
استعمال مردوں کو مطلق حرام ہے چنانچہ دسویں مسئلے میں اس کا بیان گزر چکا اور چاندی کا
استعمال البتہ انگوٹھی کی قدر مردوں کو بھی درست ہے ترمذی کی حدیث میں وارد ہے کہ ایک

---

[1] یہ جو کہا کہ عورتوں کے سوا اوروں کو مکروہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے لڑکوں کے بھی مہندی لگانا چاہیے
چنانچہ آگے کبری اور ظہیریہ کی عبارت میں صاف یہ آیا ہے ۱۲ مترجم

شخص نے انگوٹھی بنانے کے مقدمے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت میں انگوٹھی بنایا چاہتا ہوں سو کس چیز کی بناؤں آپ نے فرمایا کہ مِنْ وَرَقٍ وَلَا تُتِمَّہٗ مِثْقَالًا یعنی چاندی کی بنا اور ایک مثقال پورے وزن میں نہ ہو۔ اور انگوٹھی کے سوا اور کسی طرح چاندی کا استعمال کرنا بھی مرد کو نہیں درست۔ اور کافروں کی مشابہت حرام ہے تو اس سبب سے سہرا باندھنا عورتوں کو بھی نہیں روا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جس نے اپنے تئیں کسی قوم سے مشابہ بنایا تو وہ انھیں میں ہے۔ فقط۔ اور پھولوں کا سہرا بھی مشابہت کفار کے سبب جائز نہیں بلکہ پھولوں کا ہار دولہا دلہن کے سر پر ڈالنا نکاح کے وقت یا بعد اُس کے بدعت اور گبروں کی مشابہت ہے۔ اور کافروں اور گبروں کی مشابہت سے بچنا ضرور ہے چنانچہ کتاب مرآۃ الصفا میں کہ فتاویٰ کے طور پر ہے لکھا ہے کہ دولہا کے سر پر پھول اور رومال رکھنا بدعت ہے اور بعضوں کے نزدیک رسم گبروں کی ہے۔ فقط۔ اور کنگنا دولہا اور دلہن کے ہاتھ میں باندھنا بھی کافروں کی رسم ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کی فصل نکاح میں فتاویٰ مومنین سے لکھا ہے کہ بعضے لوگوں کے ہاں یہ رسم ہے کہ کچھ سرسوں اور اسبند نیلے کپڑے میں باندھ کر اُس کا نام کنگنا رکھتے ہیں۔ یہ حرکت بہت سی بدعات و معصیات پر شامل ہے اور اس میں بہت خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ہندوؤں کا دستور ہے اور ہندوؤں کی مشابہت کبھی کفر کبھی گناہ کبیرہ ہوتی ہے۔ اور اسی کتاب کی اسی فصل میں ہے کہ لال ڈورا دولہا کے ہاتھ میں باندھنا گبروں کی رسم ہے اس میں کفر کا خوف ہے۔ اور منافع المومنین میں ہے کہ ایک لوگوں کی یہ رسم ہے کہ کورے گھڑے پر پھول ڈال کر صندل ملتے ہیں یہ بھی گبروں کی مشابہت ہے۔ اور اسی کتاب میں ہے کہ ایک لوگوں میں یہ رسم جاری ہے کہ تھوڑی سرسوں اور اسبند ایک ساتھ میں باندھتے ہیں اور اُس کو کنگنا کہتے ہیں اور دولہا کے ہاتھ میں باندھ دیتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کا بنانے والا اور راضی ہونے والا کافر ہوگا اور سید آدم بنوری نے اپنی کتاب میں کتاب علم الہدیٰ سے نقل کر کے

لکھا ہے کہ نکاح میں کئی چیزیں کفر ہیں اور کئی چیزوں میں خوفِ کفر ہے اور کچھ بدعت ہیں سو جو کوئی یہ رسوم عمل میں لاوے تو اُس کے درمیان سے مرد اور جورو ہونے کا علاقہ اُٹھ جاتا ہے اور وہ نکاح مسلمانوں کا سا نہیں ٹھہرتا کہ جو اولاد ایسے نکاح سے پیدا ہو تو اُس کا نسب نہیں ثابت ہوتا مگر حرامی ٹھہرتا ہے۔ پہلے کنگنا کہ یہ تو صریح کفر ہے اس کا بنانے والا اور اس پر رضامند دونوں کافر ہیں۔ دوسرے جلوہ دینا کہ اُس میں بہت سی فضیحتی اور رسوائی ہے۔ تیسرے یہ کہ دُلہن کے ماں اور بہن اور اور عورتیں دولہا کے سر پر اوڑھنی ڈالتی ہیں اور دُلہن کے سر پر پگڑی رکھتے ہیں سو اس حرکت سے تو دونوں ملعون ہوتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی پھٹکار اور لعنت اُس مرد پر جو اپنے تئیں عورتوں کے مشابہ کرے اور اُس عورت پر جو مردوں کی طرح بنے۔ چوتھے یہ کہ دُلہن کا انگوٹھا پانی ملے دُودھ سے دُھوتے ہیں سو یہ کفر کی رسم ہے اور اس میں کفر کا ڈر ہے۔ پانچویں یہ کہ ایک مصری کا ٹکڑا عورت کے بدن پر رکھتے ہیں کہ مرد اس کو اپنے منہ سے اُٹھا لیوے۔ اس میں فاسق ہوتے ہیں اور چارپاؤں کی مشابہت ہے۔ چھٹے یہ کہ جلوے کے وقت ایک سُرخ ڈورا لے کر دولہا کے گلے میں ڈالتے ہیں اور تخت پر لٹا کر ڈومنی دولہا کے ایک ایک عضو بلکہ شرم گاہ کو اُس ڈورے سے ناپتی ہے اور اُس کو مسخرہ اور عورتوں کا مضحکہ بناتی ہیں اس فعل میں بھی سب کی سب ملعون ہوتی ہیں۔ ساتویں یہ کہ قافیہ دار مسجع جنگ ملی ہوئی گالیاں ڈومنیاں وغیرہ بکتی ہیں یہاں تک کہ مسجد اور محراب اور شملہ اور دستار کی اہانت کی نوبت پہونچتی ہے اور ان چیزوں کی اہانت کفر ہے۔ آٹھویں یہ کہ نوشہ دلہن کے آس پاس سات بار گھوما کرتا ہے بھونرے ڈالتا ہے۔ یہ بھی کافروں کی رسم ہے اور خوف کفر ہے۔ نویں یہ کہ دُلہن کی شرم گاہ شربت سے دھو کر اور اُس میں دلہن سے پیشاب کرا کے دولہا کو پلواتے ہیں یہ بڑی ناپاک رسم ہے اور کفر کا ڈر ہے۔ دسویں یہ کہ مرد کو سیاہ سُرمہ لگا کر زینت دیتے ہیں یہ بھی بالاتفاق سب علما کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور اگر کہیں کہ یہ مذہب اور راہ ہے تو کافر ہو جاویں۔ گیارہویں یہ کہ دولہا کو چاندی کی ہنسلی اور کچھ عورتوں کا لباس پہناتے

ہیں یہ بھی بدعت سیئہ ہے یہاں تک سید آدم کی عبارت تھی۔ اور آرسی اور مصحف کی رسم جو اس دیار میں ہے سو شریعت محمدی کی کسی کتاب میں نظر نہیں پڑی تو یہ بھی بدعت ہے کہ اس کا ترک انسب اور بہتر ہے۔

بیسواں مسئلہ ۲۰ ۔ برات کے چلتے وقت نقارے بجوانا اعلان یعنی مشہور کرنے کے واسطے جائز ہے یا نہیں **جواب** اعلان نکاح کے واسطے نقارے بجوانا حرام ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت سے بوجھا جاتا ہے ودلّت المسئلة علیٰ انّ الملاهی کلها حرام الیٰ اٰخر ما قال یعنی اس مسئلے سے معلوم ہوا کہ کھیل کی چیزیں یعنی باجے سب حرام ہیں۔ فقط۔ اور فتاوی کبری میں ہے کہ طبل بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں کہ یہ سب لہو لعب کھیل کود کی چیزیں ہیں مگر ہاں مسلمانوں کی لڑائی میں جو کافروں سے واقع ہو درست ہے کہ نقارے کی آواز سن کر متفرق غازی اکٹھا ہو جاویں تو ایسے مقام میں نقارہ بجانا عبادت میں داخل ہے نہ گناہ ولا طائل۔ فقط اور ڈھول اور تاشے وغیرہ کا حال بھی طبل کی طرح ہے اس لئے کہ یہ بھی لہو کے اسباب ہیں حمادیہ میں ہے ویحرم استعمال الاٰلات التی تُطرب من غیر غناءٍ کالعود والطنبور والمعزفة والطبل والمزمار یعنی حرام ہے استعمال ان باجوں کا جو بغیر راگ بجائے جاویں جیسے عود اور طنبورہ اور رہریا جا اور نقارہ خصوص تار کے باجے وعن مجاهدٍ رضی الله عنه انّه قال سمع عبد الله بن عمر رضی الله عنهما صوت طبلٍ فادخل اصبعیه فی اذنیه وقال هٰکذا رایتُ النبی صلی الله علیه وسلم یصنع یعنی مجاہدؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ عبد اللہ ابن عمرؓ نے نقارے کی آواز سنی تو ڈال دیں اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں اور کہا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ وعن مکحولٍ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال استماعُ الملاهی معصیةٌ والجلوسُ علیها فسقٌ والتلذّذُ بها من الکفر یعنی مکحول نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ سننا باجوں کا گناہ اور وہاں بیٹھنا

فسق ہے اور اُس سے لذت اور مزہ لینا کفر ہے اور اُسی کتاب میں ترصیع شرح منظومہ سے لکھا ہے ولا انکحۃُ التی تنعقدُ فی مجالس الملاھی والمزامیرِ تکون مختلفا فیھا بوجھین احدھما یفسقُ الولی لانّہٗ ھو الذی احضر الملاھی والمعازف وامرھم بذلک و اعطی المغنیین علی ذلک الاجرۃ والثانی انّ الحاضرین صاروا فسقۃً لاستماعھم ذلک فلم یبق الولیُّ ولیًا ولا الحاضرون شھودا عندہٗ یعنی یہ جو نکاح راگ باجے کی مجلسوں میں باندھے جاتے ہیں ان میں دو وجہ سے اختلاف ہے ایک یہ کہ نکاح کا ولی جس نے یہ کھیل کود کے اسباب باجے حاضر کئے ہیں اور اُس پر گانے والوں کو مزدوری دے وہ تو فاسق ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ جو لوگ اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وہ بھی اس کے سننے سے فاسق ہو جاتے ہیں تو نہ ولی ولی باقی رہا نہ گواہ گواہ رہے وفی خزانۃ الروایۃ من الظھیریۃ واعلم انّ جنس ھذہ المسائل ثلثۃُ انواع منھا مایکون خطاءً لکن لا یوجبُ الکفر فیؤمرُ قائلۃ بالانابۃ والاستغفار ومنھا ما فیہ اختلاف فیؤمر باستجدادِ النکاح احتیاطًا وبالتوبۃِ والانابۃِ ومنھا ما ھو کفرٌ بالاتفاق وانّہٗ یوجبُ احباط جمیع اعمالہٖ ویلزم اعادۃ الحج ان حجّ ویکونُ وطیہٗ مع امرأتہٖ زنا والولدُ المتولدُ فی ھذہ الحالۃ ولدُ الزنا فانّہٗ وانْ اتی بکلمۃِ الشھادۃ بعد ذلک بحکم العادۃِ ولم یرجع عمّا قال او فعل لم یرتفع الکفر وھو المختار یعنی اور جان لو کہ یہ نکاح کے مسئلے تین۳ طرح پر ہیں بعضے تو وہ ہیں جو خطا تو ہیں لیکن کفر نہیں لازم کرتے تو اُس شخص کو توبہ اور استغفار کا حکم کریں گے اور بعضے وہ ہیں جن میں اختلاف ہے کفر و ایمان کے مقدمے میں سو بعضے ایسی جگہ احتیاطاً دوبارہ نکاح اور توبہ اور گناہ سے باز آنے کا حکم کریں گے۔ اور بعضے وہ ہیں جو بالاتفاق کفر ہیں اور ان سے سب عمل مٹ جاتے ہیں اور حج کی قضا چاہئے اگر اُس نے پہلے حج کر لیا تھا اور اُس کو اپنی جورو کے ساتھ وطی زنا حرام ہے اور اس حالت میں جو لڑکا پیدا ہو وہ حرامی ولد الزنا ہے سو ایسا شخص اگرچہ عادت کے طور پر اس کے بعد کلمۂ شہادت

بھی پڑھے اور حال آنکہ اُس خاص قول یا فعل سے توبہ نہ کی ہو تو اُس کا کفر نہ جائے گا اور یہی مذہب مختار علماء کا ہی۔ فقط باقی رہا بیان نکاح کی اطلاع کا سو جیسا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں معمول تھا اُسی طرح چھبیسویں۲۶ مسئلے کے جواب میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔

اکیسواں۲۱ مسئلہ۔ بیاہ وغیرہ شادی میں آتشبازی چھڑانا اور تھوڑا مال یا بہت اُس میں اُڑانا کیسا ہے **جواب** آتشبازی چھُڑانا شادی اور غیر شادی دونوں میں اسراف ہے اور اسراف شرع میں منع ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا یعنی بیجا خرچ کرنے والے بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہی۔ فقط۔ چنانچہ یہی مضمون مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی عبارت سے سولہویں سوال میں معلوم ہوا اور تھوڑی بہت کا اس میں ایک حکم ہے تو مسلمان دین دار کو لازم و واجب ہی کہ جو کام اپنے رب کی مرضی کے خلاف ہو اُس کو ترک کرے اگرچہ برادری کے لوگ اس سے مخالف ہو جاویں اور اُن کو بُرا لگے۔ قیامت کے دن اپنے اچھے اعمال سے فائدہ اُٹھائے گا اور بُرے کرتوتوں سے حسرت اور افسوس کھائے گا اور کوئی دوست آشنا بھائی برادر کام نہ آوے گا ہر کہ و مہ وہاں نفسی نفسی کی آواز سنائے گا۔ خدا توفیق دے۔

بائیسواں۲۲ مسئلہ۔ دُلہن کے گھر پہنچتے وقت سُسرال کی طرف سے دولہا کو جوڑا پہناتے ہیں اور وہ جب تک اپنے گھر کو لوٹ آوے تب تک وہی جوڑا پہنے رہتا ہے اس کا کیا حال ہے جائز یا ناجائز **جواب** یہ جوڑا مباح ہے بشرطیکہ ریشمیں اور سُرخ کسم کا رنگا ہوا اور زرد کیسریا اور زریں تاش بادلہ وغیرہ کا جس کا پہننا مردوں کو حرام ہے نہ ہو اور اپنی حیثیت سے زیادہ بھی نہ ہو جس میں اسراف و تکبر ٹھہرے۱ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا مَا لَمْ يُخَالِطْ اِسْرَافٌ وَّلَا مَخِيْلَةٌ یعنی کھاؤ پیو صدقہ دو کپڑے پہنو جہاں

---

۱ اور یہ بات بار بار اس کتاب میں معلوم ہو چکی کہ کسی کام کو رسم کے طور پر عمل میں لانا اور لازم پکڑنا اچھا نہیں تو اگر اس جوڑے کے مقدمے میں طرفین سے کوئی ایک دوسرے کو تنگ کرے اور جھگڑے اور اس کو لوازمات نکاح سے سمجھے اور اس کے ترک میں طعن و تشنیع کرے تو مکروہ ہے ۱۲ مترجم

تک کہ اسراف نہ ہو اور نہ دل میں خیال بڑائی کا آوے۔ فقط۔ اور ریشمی کپڑے کا ممنوع ہونا اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِي وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا یعنی حلال ہوا سونا اور حریر[۱] میری اُمّت کی عورتوں پر اور حرام ہوا مردوں پر۔ فقط۔ اور کسمی رنگ کی حُرمت اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ عبد اللہ ابن عمرو بن العاص نے روایت کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو دو کپڑے سُرخ کسم کے رنگے ہوئے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ اَغْسِلُهُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْهُمَا یعنی یہ کافروں کے کپڑے ہیں تو اس کو مت پہن اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے کہا کہ میں ان کو دھو ڈالوں فرمایا بلکہ جلا دے تو ان کو۔ فقط۔ اور کیسر کے رنگے زرد کپڑوں سے بھی حدیث میں ممانعت ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ یعنی منع کیا جناب رسالت مآبؐ نے اس سے کہ کیسریا کپڑے پہنے مرد۔ یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں اور فتاویٰ حمادیہ میں خانیہ سے نقل کیا ہے وَيُكْرَهُ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّلْبَسُوا الثَّوْبَ الْمَصْبُوْغَ بِالْعُصْفُرِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْوَرْسِ یعنی مکروہ ہے مردوں کو کہ کسم کا رنگا اور کیسر کا رنگا اور ورس[۲] کا رنگا کپڑا پہنیں فقط۔ اور چاندی کے تاروں کا کپڑا پہننا بھی سونے کے تاروں کے کپڑے کی طرح حرام ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت سے جو پہلے گزری معلوم ہوا کہ لِاَنَّ الْفِضَّةَ فِيْ حُكْمِ الذَّهَبِ۔

تئیسواں[۲۳] مسئلہ۔ نکاح کے بعد قاضی اور وکیل اور گواہوں کو کہ دلہن کی طرف سے آتے ہیں اپنی خوشی سے بے اُن کے مانگے کچھ دینا جائز ہے یا نہیں **جواب** ان لوگوں کو دینا بے اس کے کہ یہ مانگیں اور زبردستی کریں مباح ہے اور اگر مانگیں اور زور آوری کریں اور خواہ مخواہ کہ وہ اصرار سے لیا چاہیں تو نہیں درست[۳] چنانچہ خزانۃ الروایہ میں ہے

---

۱ حریر اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہو یا بانا ریشم کا ہو سو وہ مردوں پر حرام ہے پھر جس کا تانا ریشم کا اور بانا سوت کا ہو وہ مشروع ہے اُس کا پہننا درست ہے۔ غرضکہ حرمت و حلت میں بانے کا اعتبار ہے ۱۲ مترجم

۲ ورس ایک زرد گھاس ہے کہ یمن میں پیدا ہوتی ہے ۱۲ مترجم ۳ نہ ان کو لینا نہ ان کو دینا مترجم (اگلے صفحہ ۴۱ پر)

وَمَا سَنَّهُ الْقُضَاةُ فِي دَارِ الْاِسْلَامِ ظُلْمٌ صَرِيْحٌ وَهُوَ اَنْ يَأْخُذُوْا مِنَ الْاَنْكِحَةِ شَيْئًا ثُمَّ يُجْبِرُوْنَ اَوْلِيَاءَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ بِالْمُنَاكَحَةِ فَاِنَّهُمْ مَا لَمْ يَرْضَوْا بِشَيْءٍ مِنْ اَوْلِيَاءِ هِمَا لَمْ يُجِيْزُوْا بِذٰلِكَ فَاِنَّهٗ حَرَامٌ لِلْقَاضِيْ وَالْمُنَاكِحِ یعنی اور یہ جو قاضیوں نے ٹھہرایا ہے اسلام کے شہروں میں سو صریح ظلم ہے کہ پہلے نکاح والوں سے کچھ لے لیا کرتے ہیں تب اُن کو نکاح کی اجازت دیتے ہیں پھر اگر وہ کچھ دینے پر راضی نہ ہوں تو یہ نکاح کا حکم بھی نہیں دیتے سو یہ قاضی اور نکاح کر دینے والے کے دونوں کے حق میں حرام ہے۔ فقط۔

اور بہتر یہ ہے کہ نکاح کا ایسا شخص وکیل ہو جو نکاح پڑھا بھی سکے اور ایجاب[۱] اور قبول کی لفظیں ادا کرنے کی لیاقت رکھے تاکہ چاروں مذہب بموجب نکاح صحیح اور ٹھیک ہو پھر اگر وہ وکیل کسی اور کو وکیل کرے اور نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور یہ دوسرا وکیل اُس پہلے وکیل کے سامنے نکاح پڑھاوے تو بھی حنفیوں کے نزدیک درست ہے چنانچہ فتاوی حمادیہ میں خانیہ[۲] سے لکھا ہے کہ اَلْوَكِيْلُ بِالتَّزْوِيْجِ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّوَكِّلَ غَيْرَهٗ فَاِنْ فَعَلَ فَزَوَّجَ الثَّانِيْ بِحَضْرَةِ الْاَوَّلِ جَازَ۔ فقط۔ اور سنّت یہ ہے کہ خود دُلہن کا ولی نکاح کا خطبہ کہ مسنون ہے پڑھ کر دُلہن دولہا میں ایجاب و قبول کراوے اور مہر ٹھہرا کر نکاح پڑھاوے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہ کا نکاح کرتے وقت ایسا ہی کیا تھا چنانچہ مواہب لدنیہ میں موجود ہے عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ يَخْطُبَانِ فَاطِمَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ وَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِمَا شَيْئًا فَانْطَلَقَا اِلٰى عَلِيٍّ يَأْمُرَانِهٖ بِطَلَبِ ذٰلِكَ قَالَ عَلِيٌّ فَنَبَّهَانِيْ لِاَمْرٍ فَقُمْتُ اَجُرُّ رِدَائِيْ

(۵۳ صفحہ ۴۰) لینا اس لئے کہ اس طرح پر لینا شرع کا حکم نہیں بلکہ منع ہے اور دینا اس واسطے کہ اگر یہ دیتا نہیں تو وہ اس لینے کے گناہ میں کیوں پھنستے۔ تو اس کے دینے سے وہ اس گناہ میں پڑے اور آگے کو حوصلہ بڑھا ہر جگہ ایسے ہی کیا کریں گے۔ چنانچہ فتاوی حمادیہ میں یہ مضمون موجود ہے ۱۲ مترجم

[۱] ایجاب و قبول کا مطلب اس سوال کے آخر میں بیان ہوگا ۱۲

[۲] خانیہ کہتے ہیں فتاوی قاضی خاں کو ۱۲ مترجم

حتّٰی اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَزَوَّجْنِی فَاطِمَۃَ قَالَ وَعِنْدَکَ شَیْءٌ
قُلْتُ فَرَسِیْ وَبَدَنِیْ قَالَ اَمَّا فَرَسُکَ فَلَا بُدَّ لَکَ مِنْہَا وَاَمَّا بَدَنُکَ فَبِعْہَا فَبِعْتُہَا
بِاَرْبَعِمِائَۃٍ وَثَمَانِیْنَ وَرِثًا فَجِئْتُہُ بِہَا فَوَضَعَہَا فِیْ حِجْرِہٖ[۱] فَقَبَضَ مِنْہَا قَبْضَۃً
فَقَالَ اَیْ بِلَالُ ابْتَعْ لَنَا بِہَا طِیْبًا وَاَمَرَہُمْ اَنْ یُجَہِّزُوْہَا فَجُعِلَ لَہَا سَرِیْرٌ
مُشَرَّطٌ وَوِسَادَۃٌ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُہَا لِیْفٌ وَقَالَ لِعَلِیٍّ اِذَا اَتَتْکَ فَلَا تُحْدِثْ
شَیْئًا حَتّٰی اٰتِیَکَ فَجَاءَتْ مَعَ اُمِّ اَیْمَنَ حَتّٰی قَعَدَتْ فِیْ جَانِبِ الْبَیْتِ وَاَنَا فِیْ
جَانِبٍ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھٰہُنَا اَخِیْ قَالَتْ اُمُّ اَیْمَنَ
اَخُوْکَ وَقَدْ زَوَّجْتَہٗ بِابْنَتِکَ قَالَ نَعَمْ وَدَخَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
لِفَاطِمَۃَ اٰتِیْنِیْ بِمَاءٍ فَقَامَتْ اِلٰی قَعْبٍ فِی الْبَیْتِ فَاَتَتْ بِمَاءٍ فَاَخَذَہٗ وَمَجَّ فِیْہِ
ثُمَّ قَالَ لَہَا تَقَدَّمِیْ فَتَقَدَّمَتْ فَنَضَحَ بَیْنَ ثَدْیَیْہَا وَعَلٰی رَاْسِہَا وَقَالَ اَللّٰہُمَّ
اِنِّیْ اُعِیْذُہَا بِکَ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ثُمَّ قَالَ لَہَا اَدْبِرِیْ فَاَدْبَرَتْ
فَصَبَّ بَیْنَ کَتِفَیْہَا ثُمَّ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ لِعَلِیٍّ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اُدْخُلْ بِاَہْلِکَ بِسْمِ اللّٰہِ
وَالْبَرَکَۃِ اَخْرَجَہٗ اَبُوْحَاتِمٍ وَاَحْمَدُ فِی الْمَنَاقِبِ بِنَحْوِہٖ وَفِیْ حَدِیْثِ اَنَسٍ عِنْدَ اَبِی
الْخَیْرِ الْقَزْوِیْنِیِّ الْحَاکِمِیِّ خَطَبَہَا عَلِیٌّ بَعْدَ اَنْ خَطَبَہَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ
قَدْ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِذٰلِکَ قَالَ اَنَسٌ ثُمَّ دَعَانِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ اَیَّامٍ فَقَالَ لِیْ یَا
اَنَسُ اُدْعُ لِیْ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَعِدَّۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا
وَاَخَذُوْا مَجَالِسَہُمْ وَکَانَ عَلِیٌّ غَائِبًا فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَحْمُوْدُ
بِنِعْمَتِہٖ الْمَعْبُوْدُ بِقُدْرَتِہٖ الْمُطَاعُ بِسُلْطَانِہٖ الْمَرْھُوْبُ مِنْ عَذَابِہٖ وَسَطْوَتِہٖ النَّافِذُ
اَمْرُہٗ فِیْ سَمَائِہٖ وَاَرْضِہٖ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِہٖ وَمَیَّزَہُمْ بِاَحْکَامِہٖ وَاَعَزَّہُمْ

---

[۱] حجر کے لفظ میں پہلے حا ہے پھر جیم حا پر تینوں حرکتیں درست ہیں۔ مگر کسرہ مشہور ہے اور جیم ہر صورت میں ساکن ہے ۱۲

بدينه واكرمهم بنبيه محمد صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك اسمه وتعالت عظمته وجعل المصاهرة سببًا لاحقًا وامرًا مفترضًا اوشج به الارحام والزم الانام فقال عز من قائل وهو الذي خلق من الماء بشرًا فجعله نسبًا وصهرًا وكان ربك قديرًا فامر الله تعالى يجري الى قضائه وقضاؤه يجري الى قدره ولكل قضاء قدر ولكل قدر اجل ولكل اجل كتاب يمحوا الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتاب ثم ان الله عز وجل امرني ان ازوج فاطمة من علي بن ابي طالب فاشهدوا اني قد زوجته على اربعمائة مثقال فضة ان رضي بذلك علي ثم دعا صلى الله عليه وسلم بطبق من بسر ثم قال انتهبوا فانتهبنا ودخل علي فتبسم النبي صلى الله عليه وسلم في وجهه ثم قال ان الله عز وجل امرني ان ازوجك فاطمة على اربعمائة مثقال فضة ارضيت بذلك فقال قد رضيت بذلك يا رسول الله فقال عليه السلام جمع الله شملكما واعز جدكما وبارك عليكما واخرج منكما كثيرًا طيبًا قال انس فوالله لقد اخرج الله منهما الكثير الطيب یعنی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ پھر عمر فاروقؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بی بی فاطمہ کو اپنے لئے مانگنے لگے تو سکوت کیا حضرت نے اور جواب نہ دیا اُن کو کچھ۔ تو وہ دونوں گئے حضرت علیؓ پاس اُن کو سنکار ابی بی فاطمہؓ کے مانگنے پر۔ علیؓ فرماتے ہیں کہ اُن کے کہنے سے میرے دل میں پڑی یہ بات سو میں چلا اپنی چادر گھسیٹتا ہوا نبیؐ پاس آیا پھر میں نے عرض کیا کہ آپ میرا جوڑا بنا دیں حضرت فاطمہ سے فرمایا۔ بھلا تیرے پاس کچھ مال ہے۔ میں نے کہا میرا گھوڑا اور میری زرہ ہے ارشاد کیا گھوڑا جو ہے سو اُس کا تیرے پاس رہنا ضرور ہے اور زرہ جو ہے سو تو بیچ ڈال اُس کو۔ تب میں نے وہ بیچی چار سو اسی درم کو سو وہ لایا میں حضرت کے پاس اور اُن کی گود میں ڈال دئے سو بھر کے لئے آپ نے اُس میں سے ایک

مٹھی پھر فرمایا اے بلال مول لے آ ہمارے لئے اس کی خوشبو اور لوگوں کو کہا کہ جہیز یعنی شادی کا سامان درست کرو اس لڑکی کا تو بنائی اُن کے لئے ایک چارپائی[1] اور ایک تکیہ چمڑے کا جس میں چھوارے کی کھوئی بھری تھی اور فرمایا حضرت علی رضؓ کو کہ جب فاطمہ تیرے پاس آوے تو تو کچھ بات مت چھیڑ یو جب تک میں نہ آلوں تیرے پاس۔ سو آئیں حضرت فاطمہ بی بی ام ایمن کے ساتھ اور گھر کے اندر کونے میں بیٹھیں اور میں دوسرے کونے میں تھا اور آئے پیغمبر خدا اور مجھے کہا ادھر آ بھیا۔ بی بی ام ایمن بولیں آپ کا تو یہ بھائی ہے تس پر بھی اپنی بیٹی ان کو دئے دیتے ہو فرمایا ہاں اور اندر آئے پھر فرمایا بی بی فاطمہ کو میرے پاس تھوڑا پانی لے آ سو وہ اُٹھیں ایک بڑی صحنک گھر میں تھی اُس میں پانی لائیں تو لیا اُس کو حضرت نے اور تھوکا اُس میں پھر فرمایا فاطمہ کو آگے آ سو وہ آگے آئیں تو چھڑکا اُس پانی کو اُن کے سینے پر اور اُن کے سر پر اور فرمایا بار خدایا میں تیری پناہ میں دیتا ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان راندے گئے سے۔ پھر فرمایا اُن کو پیٹھ کر ادھر سو چھڑکا وہ پانی اُن کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں پھر کیا یہی معاملہ حضرت علی سے پھر حضرت علی کو فرمایا کہ چلا جا اپنے گھر میں اللہ کا نام لے کر اور برکت مانگ۔ اس حدیث کو ابو حاتم نے اور احمد نے مناقب نام کتاب میں اسی طرح پر بیان کیا اور انسؓ کی حدیث میں ابی الخیر القزوینی حاکمی کے نزدیک یوں ہے کہ مانگا بی بی فاطمہ کو حضرت علی نے اُس کے پہلے مانگا تھا ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ نے تب فرمایا پیغمبر خدا نے کہ اس طرح تو حکم ہی کیا ہے مجھ کو میرے رب نے انس کہتے ہیں کہ اُس کے کئی دن بعد مجھکو حضرت نے پکار کر فرمایا کہ اے انس بلا لا میرے پاس ابو بکرؓ اور عمرؓ کو اور عثمانؓ اور عبد الرحمٰنؓ اور کئی انصار کو پھر جب وہ سب اکٹھا ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھے اور علیؓ وہاں نہ تھے سو نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] یہ چارپائی سریر مشرط کے معنی ہیں شریط عرب میں کہتے ہیں خرمے کے پتوں کی بنی ہوئی بانوں کو تو سریر مشرط کے معنی ہوئے خرمے کے پتوں کے بانوں کا بنا ہوا تخت سو وہ فارسی میں چارپائی ہندی میں کھاٹ کہلاتی ہے ۱۲

وسلم نے فرمایا سراہیے اُس خدا کو جو سراہا گیا ہے احسانوں سے جس کی پرستش ہوئی اُس کی قدرت کے سبب جس سے سب کوئی دبے اُس کی حکومت کے سبب جس سے سب لوگ ڈرتے ہیں اُس کے رُعب کے سبب جس کا حکم جاری ہے اُس کے آسمان اور اُس کی زمین میں جس نے پیدا کیا خلق کو اپنی قدرت سے اور علیحدہ کر دیا ان کو اپنے حکم بھیج کر اور عزت دی ہر ایک کو اُس کی دینداری کے سبب اور بڑائی دی ہر ایک کو اپنا نبی بھیج کر جس کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بیشک اللہ وہ ہے جس کا نام بڑی برکت والا اور جس کی بڑائی بہت اونچی ہے جس نے بنایا سُسرال کو ملاوٹ کا سبب اور امر لازم اور بھر دیا اُس سے رحموں کو اور ملاوٹ ہوگئی اُس کے سبب لوگوں[ل] میں اسی لئے فرمایا ہر ایک بولنے سے غالب یعنی اللہ تعالیٰ نے وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا الآیہ یعنی وہ خدا جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی پھر بنایا اُس کے لئے ننہال اور ددھیال اور سُسرال کو اور تیرا رب ہی اندازہ کرنے والا ہے سو اللہ کا کام متوجہ ہوتا ہے اُس کی طرف جو اُس نے پہلے حکم کیا اور اُس کا حکم اُس کی طرف جاری ہوتا ہے جو اُس نے پہلے ٹھہرا دیا اور ہر حکم کا ایک اندازہ ہے پہلے سے مقرر اور ہر اندازے کی ایک مدت ہے اور ہر مدت کے لئے ایک نوشتہ ہے دور کر دیتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اُسی کے پاس ہے اصل کتاب[۲] پھر اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم کیا کہ نکاح کر دوں میں فاطمہ کا علی بن ابی طالب سے سو تم گواہ رہو کہ میں نے اُس کا نکاح کر دیا چار سے مثقال چاندی پر مہر کے بدلے اگر اس پر راضی ہو

[ل] یعنی نسبت کنے رشتے کی وجہ جاں ملے پس غیر لوگ کہ جن سے کبھی کی ملاقات بھی نہ ہوا اپنے ہو جاتے ہیں ۱۲ مترجم

[۲] دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ ہے جب اللہ چاہے اُس کی تاثیر اندازے سے کم و زیادہ کر دے جب چاہے ویسے ہی رکھے آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے وہ ہرگز نہیں بدلتا اندازے کو تقدیر کہتے ہیں یہ دو تقدیریں ہیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی یہ حاشیہ لفظ لفظ موضح القرآن سے لکھا ہے ۱۲

علیؓ پھر منگایا حضرت نے ایک طباق سوکھے چھوارے بھرا پھر فرمایا لوٹ لو سو ہم نے لوٹ لیا اور اندر آئے علیؓ تو مسکرائے حضرت ان کی طرف پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم کیا کہ تیرے ساتھ نکاح کردوں فاطمہ کا چار سے مثقال چاندی پر بھلا تو راضی ہے اس پر تو جواب دیا حضرت علیؓ نے کہ میں راضی ہوگیا اس پر یا رسول اللہ۔ تو فرمایا حضرت نے کہ ملاپ کرے اللہ تم دونوں کی خوؤں میں اور پوری کرے اللہ محبت تمہاری اور ہمیشہ خیر رکھے تم پر اور پیدا کرے تم سے بہت سی اولاد ستھری۔ انسؓ کہتے ہیں سو خدا کی قسم مقرر پیدا کی اللہ نے اُن سے بہت سی اولاد اچھی۔ فقط۔ اور سوائے اس خطبے کے دو خطبے اور ہیں کہ اُن کا پڑھنا بھی نکاح میں سنّت سے ثابت ہوا ہے سو وہ دونوں اگلے سوال کے جواب میں عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتے ہیں۔

چوبیسواں مسئلہ۔ ان شہروں کے قاضیوں کا دستور ہے کہ ایجاب وقبول سے پہلے کلمۂ طیب اور آمنت باللہ اور دُعائے قنوت وغیرہ پڑھاتے ہیں یہ طریقہ سنّت کا ہے یا نہیں اور ایجاب اور قبول کی لفظیں ایک بار کہنا کافی ہے یا تین بار تکرار چاہیے اور ایجاب وقبول سے پہلے نکاح کا خطبہ پڑھنا چاہیے یا بعد اور کونسا خطبہ پڑھنا سنّت ہے

جواب سنّت کا طریق نکاح میں یہ ہے کہ پہلے ان تین خطبوں میں سے کہ مذکور ہوتے ہیں ایک خطبہ پڑھے اُس کے بعد دُلہن دولہا سے ایجاب وقبول کراوے اور ایجاب وقبول ایک بار بس ہے تین بار تکرار کی حاجت نہیں جیسے بیچنے مول لینے وغیرہ میں ایک ہی بار کفایت ہے اور کلمہ اور آمنت باللہ پڑھانا نہ تو سلف یعنی صحابہ اور تابعینؒ اور تبع تابعین سے ماثور ہے اور نہ کسی کتاب میں مذکور ہے تو اس کا کرنا کیا ضرور ہے۔ مگر ہاں اگر دُلہن دولہا کے عقیدے میں فساد ہو اور اُن کو ایمان کی حقیقت نہ یاد ہو تو البتہ کلمۂ طیب وغیرہ پڑھانا مضائقہ نہیں بلکہ یہ ضروری تاکہ اوّل ایمان درست ہولے تب نکاح ٹھیک ہو اور باوجودیکہ ان دونوں کا عقیدہ دُرست ہو اس بات کو لازم کرلینا اور بطور رسم عمل میں لانا خالی

جہل سے نہیں اور محض لغو ہے۔ اور خطبوں کا حال یہ ہے کہ حدیثوں اور تواریخ کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور اگلے بزرگوں کے نکاح میں پڑھنے کے تین خطبے تھے ایک وہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے نکاح میں پڑھا تھا اور وہ اگلے سوال میں گزرا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِہٖ سے وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ تک دوسرے وہ کہ نجاشی حبشے کے بادشاہ نے حبشے میں حضرت اُم حبیبہ کے نکاح میں جو آنحضرتؐ کے ساتھ ہوا تھا پڑھا تھا اور اُس کا قصہ خلاصہ کے طور پر جیسا مواہب لدنیہ میں ہے یہ ہے کہ جب عبداللہ بن جحش ام حبیبہ کے پہلے خاوند نے حبشہ کو ہجرت کی تو ام حبیبہ کو ساتھ لے گیا وہاں جاکر شیطان کے بہکانے سے نصرانی ہوکر مرگیا یہ خبر حضرت کے یاروں میں سے کسی نے حضرت کو پہنچائی اور عرض کیا کہ اُم حبیبہ اپنے اسلام پر قائم ہے وہ دین سے نہیں پھری ہی یہ حال سن کر پیغمبر خدا نے عمرو بن امیۃ ضمیری کو اپنے ساتھ اُم حبیبہ کے نکاح کا پیغام دے کر نجاشی کے پاس بھیجا جب انہوں نے حبشے میں جاکر نجاشی سے یہ حکم بیان کیا اُس نے سنتے ہی اسی وقت اپنی ابرہہ نام لونڈی کی زبانی اُم حبیبہ کو کہلا بھیجا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو لکھا ہے کہ تیرا نکاح آنحضرتؐ کے ساتھ کردوں۔ اُم حبیبہ اس بشارت سے نہایت خوش ہوئیں اور اپنی ایک انگوٹھی اور دو کڑے اُس لونڈی کو انعام میں دئے اور خالد بن سعید کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل کیا ادھر نجاشی نے بھی شام کے وقت جعفر بن ابی طالب کو اور اور مہاجروں کو جمع کرکے یہ خطبہ پڑھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُھَیْمِنِ الْعَزِیْزِ الْجَبَّارِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ یعنی سب تعریف اُس خدا کو جو بادشاہ ہے پاک سلامتی والا امن دینے والا نگہبان غالب ہر ٹوٹا جوڑنے والا میں گواہ ہوں اس کا کہ کوئی پرستش کے لائق نہیں سوا اللہ کے اور اس کا کہ بیشک محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اللہ نے اُن کو ہدایت اور سچا دین لے کر

بھیجا کہ قوت دے اس دین اسلام کو سب دینوں پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔ فقط۔ اس خطبے کے بعد نجاشی نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول خدا کی نعت کے بعد پیغمبر خدا کا حکم جو مجکو کہلا بھیجا تھا مان لیا اور ویسا ہی کر دیا اور چار سے دینار سُرخ لوگوں کے سامنے ڈال دے کہ اس قدر میں نے مہر مقرر کیا ہے بعد اس کے خالد بن سعید ام حبیبہ کے وکیل نے خطبہ پڑھا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَاَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ یعنی اللہ کو لائق ہے ساری ثنا اُس کی میں حمد کرتا اور اُس سے مدد مانگتا ہوں اور اُس سے بخشش چاہتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی قابل عبادت کے نہیں اور مقرر محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں وہ خدا ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اُس کو اور پڑے بُرا مانیں مُشرک اُس کے بعد جو بات پیغمبر خدا کی مدنظر تھی اور آپ نے چاہی اُس کو میں نے مان لیا اور عمل کیا سو نکاح کر دیا ام حبیبہ ابو سفیانؓ کی بیٹی کا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سو اللہ مبارک کرے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پھر اس کے بعد نجاشی نے وہ چار سے دینار خالد بن سعید کو دے اُنھوں نے لیکر اپنے پاس رکھ لئے پھر جب سب لوگ اُٹھ کر اپنے اپنے گھر جانے لگے تو نجاشی نے کہا کہ ابھی بیٹھو پیغمبروں کی سنّت ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھلاتے ہیں۔ پھر کھانا منگا کر سب کو کھلایا سو لوگ جب کھانا کھا کر چلے گئے تو نجاشی نے ام حبیبہ کو شرجیل حسنہ کی بیٹی کے ساتھ کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں بھیج دیا **تیسرا خطبہ** وہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف میں عبد اللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے آیا ہے اور یہی مشہور ہے اور اسی کو عالم لوگ ایجاب قبول سے پہلے پڑھا کرتے ہیں پھر نکاح پڑھاتے ہیں سو وہ یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا

هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یٰٓاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ
اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا
كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا یعنی سب تعریف اللہ کو ہے ہم اس
کی ثنا کرتے ہیں اور اُس سے مدد مانگتے ہیں اور بخشش چاہتے ہیں اور اللہ سے پناہ مانگتے اپنے
نفسوں اور کاموں کی بُرائی سے جس کو اللہ راہ بتلادے اُس کا کوئی بہکانے والا نہیں اور جس کو وہ
بہکادے اُس کا کوئی راہ پر لانے والا نہیں اور میں گواہ ہوں کہ نہیں کوئی معبود برحق سوا اللہ
کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے پیغمبر ہیں اے ایمان والو ڈرتے رہو
اللہ سے جیسا اُس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مریو مگر مسلمان۔ لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے
تم کو بنایا ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُس کا جوڑا[1] اور بکھیرے اُن دونوں سے بہت مرد
اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کا واسطہ دیتے ہو آپس میں اور خبردار[2] رہو ناتوں سے
اللہ ہے تم پر مطلع اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور کہو بات سچی جو سنوارے اور بھلے کردے
تمہارے کاموں کو اور بخشے جاویں تمہارے گناہ اور جو فرماں برداری کرے اللہ تعالے اور
اُس کے رسول کی تو وہ بیشک مقصود کو پہنچا اور ساری بُرائیوں اور سب ڈروں سے چھوٹا اور
بڑا مدعا حاصل کیا اُس نے اس خطبہ پڑھنے کے بعد قاضی یا اور جو کوئی بھائی یا باپ یا
نکاح کا وکیل ہو خاطب یعنی دولہا سے مخاطب ہو کے کہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور پیغمبر خدا
کی نعت کے بعد میں نے فلانی عورت فلانے کی بیٹی اس قدر مہر کے بدلے تیرے نکاح میں
دی وہ کہے میں نے قبول کی بس یہی ایجاب وقبول ہے غرضکہ قاضی یا اور جو کوئی نکاح کا

---

[1] یعنی پہلے حوا کو بنایا پھر اُس سے سارے لوگ ۱۲

[2] یعنی بدسلوکی مت کرو آپس میں ۱۲

خطبہ پڑھے اور یہ نکاح باندھنے کی لفظیں دولہا یا اُس کے ولی کے روبرو کہے اُس کو ایجاب کہتے ہیں اور جو اُس کے جواب میں کہا جاوے دولہا کے یا اُس کے ولی کی طرف سے اُس کو قبول بولتے ہیں یا اُس کا اُلٹا ہو یعنی اگر پہلے ہی سے دولہا یا اُس کا ولی دُلہن سے یا اُس کے ولی سے ایسی بات کہے جس میں نکاح کی خواہش اور طلب نکلے تو اُس کو بھی ایجاب اور جو کچھ دُلہن یا اُس کا ولی جواب دے اُس کو قبول کہتے ہیں حاصل یہ کہ پہلی بات کو ایجاب دوسری کو قبول کہتے ہیں۔

پچیسواں مسئلہ ۲۵ - اگر کوئی شخص دولہا یا دُلہن کی طرف والوں میں سے طرف ثانی کو کہے کہ ہم سے تو اپنے شہر کے رواج رسمیں نہیں چھوٹیں گے چاہے شرع کے موافق ہوں چاہے مخالف اور شادی کی محفل تو ان رسموں کے چھوڑنے سے مُردے کا تیجا سا ہو جاتا ہے ہم تو اپنی شادی غمی میں زمانے کے رواج کے تابع ہیں تم کو اختیار ہے اپنے گھر جو چاہو سو کرو ہم اپنے گھر جو چاہیں گے سو کریں گے عیسیٰ بدینِ خود موسےٰ بدینِ خود تمہاری اور راہ ہماری اور راہ تمہارا حکم ہم پر چل نہیں سکتا۔ اس باتوں کے کہنے والوں کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہوگا اور دوسری طرف کے لوگ کہ خدا رسول کے حکم بموجب کام کرتے ہیں اُن کی مجلس میں شریک ہوں یا نہیں **جواب** جو کوئی ایسی بیہودہ باتیں زبان پر لاوے شرع کے حکم سے اُس کے حق میں یہ باتیں کرنا نہایت ہی مذموم اور بہت ہی بُرا ہے اس لئے کہ اُس نے اپنی رسموں کے مقابلے میں حکم شرع کو ہلکا جانا اور رسموں کا یہ حال ہے کہ بعضے اُن میں بدعت ضلالت ہیں بعضے اور طرح کے گناہ ہیں سو اس نے اُن کو اختیار کیا اور خوب پکڑا تو گویا دنیا کے کام کو آخرت کے کام پر بڑھایا۔ پھر اگر وہ آخر عمر تک اسی طرح پر رہا اور توبہ نہ کی تو معاذ اللہ ایمان جاتے رہنے کا ڈر ہے چنانچہ ذخیرے میں موجود ہے وَاِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِغَیْرِہٖ حُکْمُ الشَّرْعِ فِیْ ھٰذِہِ الْحَادِثَۃِ کَذَا فَقَالَ ذٰلِکَ الْغَیْرُ مَن بَرسم کار میکنم نہ بشرع نے کفر عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ یعنی جب ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا اس فلانے مقدمے میں شرع کا

حکم یوں ہے تو اُس نے کہا میں تو رسم پر کام کرتا ہوں شرع پر نہیں کرتا تو بعضے عالموں کے نزدیک کافر ہوگیا۔ فقط اُس کو لازم ہے کہ جھٹ پٹ توبہ کرے اور ایسی خلاف شرع رسموں سے باز آوے اور اگر توبہ نہ کی اور اُس پر اصرار کیا تو کبیرہ گناہ پر اصرار کفر کو پہنچا دیتا ہے چنانچہ فتاوے حمادیہ والے نے امام شہاب الملۃ والدین کے رسالے سے نقل کیا ہے حُکِیَ عَنْ اَبِی نَصْرِنِ الدُّبُوسِیِّ عَنِ الْقَاضِیْ ظَهِیْرِ الدِّیْنِ الْخَوَارَزْمِیِّ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْهِ مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ مِنَ الْمُغَنِّیْ اَوْ مِنْ غَیْرِ الْمُغَنِّیْ اَوْ یَرٰی فِعْلًا مِّنَ الْحَرَامِ فَیَحْسُنُ ذٰلِكَ بِاِعْتِقَادٍ اَوْ غَیْرِ اِعْتِقَادٍ یَصِیْرُ مُرْتَدًّا فِی الْحَالِ بِنَاءً عَلٰی اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُکْمَ الشَّرِیْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُکْمَ الشَّرِیْعَةِ لَا یَکُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ کُلِّ مُجْتَهِدٍ وَّلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ تَعَالٰی طَاعَتَهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ حَسَنَاتِهٖ وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهٗ فَاِنْ تَابَ لَا یَجِبُ الْقَتْلُ وَاِلَّا یُضْرَبُ عُنُقُهٗ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنْ قَتَلَهٗ قَاتِلٌ قَبْلَ عَرْضِ الْاِسْلَامِ کُرِهَ ذٰلِكَ وَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ یعنی ابو نصر دبوسی سے نقل ہے کہ انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے سُنا کہ انھوں نے کہا کہ جس نے راگ سُنا سُرودی یا غیر سُرودی اتائی سے یا اور کوئی کام حرام دیکھا سو اُس کی خوبی بیان کرنے لگا اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد کے تو وہ تُرت اُسی وقت مُرتد کافر ہوگیا اس لئے کہ اُس نے شریعت کا حکم ناچیز کر دیا اور جس نے حکم شریعت ناچیز کیا وہ مومن نہیں کسی مجتہد کے نزدیک اور نہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی بندگی اور میٹ دے گا اُس کی سب نیکیاں اور طلاق ہو جاوے گی اُس کی جورو پر اگر توبہ کی تو قتل سے بچ گیا نہیں تو اُس کی گردن ماری جاوے گی بموجب امر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ فرمایا جس نے بدل ڈالا اپنا دین یعنی اسلام چھوڑ کر کافر ہوگیا تو اُس کو مار ڈالو پھر اگر کسی مارنے والے نے پہلے سے کہ اُس کو اسلام لانے کو کہے مار ڈالا تو مکروہ ہے اور اُس قاتل پر کچھ قصاص اور خون بہا نہ آوے گا۔[۱] فقط اور اُسی کتاب میں سے یہ عبارت ہے فَاِنَّ صِحَّةَ التَّصْدِیْقِ

---

[۱] مسئلہ یہ ہے کہ جو کوئی کفر کی بات کہہ کر مرتد ہو جائے تو اُسے کہا جائے کہ تو اس بات سے توبہ کر اور از سر نو ایمان لا پھر اگر وہ ایسا کرے تو بہتر نہیں اُس کو قتل کریں تو اگر کسی نے اُس کو اس سے پہلے مار ڈالا تو یہ فعل مکروہ البتہ ہے۔ مگر اُس قاتل پر کچھ قصاص وغیرہ نہ آوے گا۔ مترجم

وَالْاِقْرَارِ بِالتَّوْحِيْدِ لَا يَكُوْنُ مَعَ اِنْكَارِ شَيْءٍ مِّنَ الشَّرَائِعِ فَقَالَ مُحَمَّدٌ فِي السِّيَرِ الْكَبِيْرِ مَنْ اَنْكَرَ شَيْئًا مِّنَ الشَّرَائِعِ فَقَدْ اَبْطَلَ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حُكِيَ اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا رَجَعَ غَضْبَانَ اَسِفًا اِسْتَمَعَ الصِّيَاحَ وَكَانُوْا يَرْقُصُوْنَ حَوْلَ الْعِجْلِ وَيَضْرِبُوْنَ الدُّفُوْفَ وَالْمَزَامِيْرَ فَقَالَ هٰذِهٖ صُوْرَةُ الْفِتْنَةِ یعنی یہ جو آدمی کوئی کفر کی بات کہنے یا کام کفر کا کرنے سے مومن نہیں رہتا اس کا سبب یہ ہے کہ توحید کا دل میں سچ جاننا اور زبان سے اقرار کرنا کسی حکم شرع کے انکار کے ساتھ نہیں جمع ہوتا اسی واسطے امام محمدؒ نے سیر کبیر نام کتاب میں فرمایا کہ جس نے کسی شرع کے حکم کا انکار کیا تو بیشک اُس نے ناچیز اور باطل کر دیا اپنے لا الہ الا اللہ کہنے کو۔ نقل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے جب غصّے میں بھرے پچتاتے لوٹے اور انہوں نے قوم کا چلانا سنا اور وہ لوگ بچھڑے کے آس پاس ناچتے تھے اور ڈھب اور باجے بجاتے تھے تو فرمایا کہ یہی صورت فساد کی ہے۔ فقط المقصود جہاں خلاف شرع کام جیسے ناچ کھیل کی چیزیں باجے آتش بازی آرائش وغیرہ موجود ہو پھر خواہ وہ مجلس نکاح کی ہو یا کسی اور شادی کی ہو اُس میں جانا اور اُن فاسقوں کا شریک ہونا شرع شریف میں ناجائز بلکہ حرام ہی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا هٰذَا اِذَا كَانَ خَالِيًا عَنِ الْمُنْكَرِ فَاِنْ حَضَرَهٗ مُنْكَرٌ كَالطَّبْلِ وَالْمِزْمَارِ وَالْعُوْدِ وَالنَّايِ وَالرَّبَابِ وَالْمَعَازِفِ وَالطَّنَابِيْرِ وَالشَّيْنِ وَالشَّبَّابَةِ وَالْجَفْرِ اِنِ الَّذِيْ يَلْعَبُ بِهِ التُّرْكُ لَا يَجْلِسُ هُنَالِكَ لِاَنَّ جَمِيْعَ ذٰلِكَ مُحَرَّمٌ یعنی دعوت وغیرہ کی مجلس میں جانا تب درست ہے جب بُرے کاموں سے خالی ہو پھر اگر اُس مجلس میں کوئی بُری چیز ہو جیسے نقارہ اور ستار کے باجے اور عود اور ربابلی اور رباب اور نے کے باجے اور طنبورے اور شینؔ[1] اور شبابہ اور اور جفران جس کو ترک بجاتے ہیں تو وہاں نہ بیٹھے اس واسطے کہ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ فقط تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بُرے خلاف شرع ممنوع گناہ کے نامشروع کاموں کے کرنے میں کسی بدعتی فاسق کی خاطر کا پاس و لحاظ نہ کرے اگرچہ باپ بھائی یا بہن جورو بیٹی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ

---

[1] عود اور رباب اور شین اور شبابہ اور جفران باجوں کے نام ہیں ۱۲

وَرَسُولَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ یعنی نہ پائے گا تو ایک لوگوں کو جو ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسے سے کہ جو خلاف کرے اللہ کا اور اُس کے رسول کا اگرچہ ہوں وہ مخالف خدا رسول کے اُن کے باپ یا بھائی یا ناتے دار۔ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَآؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ یعنی بنی اسرائیل جب گناہوں میں پڑ گئے تو اُن کے عالموں نے اُن کو منع کیا سو اُنہوں نے نہ مانا پھر وہ عالم اُن کے ساتھ اُن کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور اُن کے ساتھ کھانے پینے لگے تو لگا دیا اللہ نے اُن کے بعضوں کا دل بعضوں کے ساتھ یعنی سب گنہگار اور پرہیزگار آپس میں رل مل گئے محبتیں کرنے لگے سو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر داؤد اور عیسیٰ مریم کے بیٹے کی زبان سے یہ اس لئے کہ وہ گناہ کرنے لگے اور حد سے بڑھ گئے تھے یعنی خدا کے حکم کی حدیں بگاڑ دیں اور خلافِ حکم کام کرنے لگے۔ فقط۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ یعنی مت بیٹھ نصیحت پانے کے بعد گنہگاروں کے ساتھ۔ فقط۔ علاوہ یہ کہ جہاں بُرے کام ہوتے ہوں وہاں دعوت کھانے کو جانا مسلمان پر لازم ہی نہیں ہوتا چنانچہ ولیمے کے ذکر میں اس کا بیان گزر چکا۔

چھبیسواں مسئلہ (۲۶)۔ عورتوں کی مجلس میں ڈومنیوں کا دُف بجا کر گانا اور اُن کو کچھ نقد یا کپڑا وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں **جواب** بغیر باجے کے راگ میں عالموں کا اختلاف ہے بعضوں نے مطلق مباح کہا بعضوں نے مطلق مکروہ بتایا مگر بحر الرائق میں ہے کہ اصل مذہب یہ ہے کہ مطلق حرام ہی اگرچہ آپ گاوے اور آپ ہی سُنے چنانچہ دُرِّ المختار میں وہ عبارت نقل کی ہے وَمِنْهُمْ مَنْ اَبَاحَ مُطْلَقًا وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَهٗ مُطْلَقًا وَفِي الْبَحْرِ وَالْمَذْهَبُ حُرْمَتُهٗ مُطْلَقًا فَانْقَطَعَ الْاِخْتِلَافُ بَلْ ظَاهِرُ الْهِدَايَةِ اَنَّهٗ

كَبِيْرَةٌ وَلَوْ لِنَفْسِهٖ ۔ فقط ۔ اور حماویہ میں حدیث ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ رَجُلٍ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالْغِنَاءِ اِلَّا بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ شَيْطَانَيْنِ اَحَدُهُمَا عَلٰى هٰذَا الْمَنْكَبِ وَالْاٰخَرُ عَلٰى هٰذَا الْمَنْكَبِ فَلَا يَزَالَانِ يَضْرِبَانِهٖ بِاَرْجُلِهِمَا حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَسْكُتُ یعنی کوئی ایسا آدمی نہیں کہ راگ گانے کے لئے اپنی آواز بلند کرے مگر یہ کہ بھیجتا ہے حق تعالیٰ اُس پر دو شیطان ایک اس مونڈھے پر ایک اُس مونڈھے پر سو وہ دونوں ہمیشہ اُس کو مارتے رہتے ہیں اپنی لاتوں سے جب تک کہ چپ ہو جاوے ۔ فقط ۔ اور بغیر راگ کے فقط دف بجانا نکاح کے مشہور کرنے کے لئے مباح ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے فَاَمَّا الطَّبْلُ الْغُزَاةِ وَ الدُّفُّ الَّذِيْ يُبَاحُ ضَرْبُهٗ فِي الْعُرْسِ يَضْمَنُ بِالْاِتْلَافِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ ۔ فقط اس ہدایہ اور در مختار کے عبارت سے معلوم ہوا کہ راگ اصل مذہب میں حرام ہے اور ڈھپ بغیر راگ کے نکاح کی شہرت کے لئے بجانا درست ہے چنانچہ یہی مضمون تنبیہ الانام میں سراجی سے منقول ہے کہ جس دف میں جھانجھ نہ ہو اور اُس کے بجانے میں کھیل اور باجے کی نیت نہ ہو اس کا نکاح میں بجانا مضائقہ نہیں اور اسی کتاب میں ہے کہ راگ باجا سننا گناہ ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے لیکن نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانا نقارے کی طرح مباح ہے ۔ معلی کہتے ہیں کہ ابو المہاجر نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابان نے کہ ابن عباس نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَرِهَ لَكُمُ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْمِزْمَارَ وَالْمَعَازِفَ وَالْكُوْبَةَ وَالدُّفَّ فَسَاَلْتُ اَبَا الْمُهَاجِرِ كَيْفَ كَانُوْا يَضْرِبُوْنَ الدُّفَّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتِ الْمَرْاَةُ اِذَا كَانَ مِلَاكٌ تَاْخُذُ بِالْغِرْبَالِ وَعُوْدِهٖ فَتَصْعَدُ وَتَضْرِبُ بِالْعُوْدِ عَلَى الْغِرْبَالِ تُسْمِعُ النَّاسَ اَنَّهٗ مِلَاكٌ یعنی مقرر برا جانا ہے اللہ تعالیٰ نے شراب کو اور جوئے کو اور ستار کے باجوں کو اور نے کے باجوں کو اور کوبہ کو اور ڈھپلی کو ابو یعلیٰ کہتے ہیں تو میں نے پوچھا ابو المہاجر سے کہ کیونکر بجایا کرتے تھے لوگ دف کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یعنی تم نے جو دف کا حکم اور باجوں کا سا بیان کیا تو حضرت کے وقت میں

جو دف بجایا کرتے تھے اُس میں کیا کہتے ہو تو اُنھوں نے کہا کہ وہ تو یہ بات تھی کہ جب شادی ہوتی تھی تو ایک عورت چھلنی اور اُس کی بجانے کی لکڑی لے کر اونچے پر چڑھ جاتی تھی اور اُسی کی لکڑی سے چھلنی کو بجاتی تھی سو لوگوں کو سُنا دیتی تھی کہ مقرر شادی ہے۔ فقط۔ لیکن ڈومنیوں کا دف بجا کر گانا اگرچہ عورتوں ہی[۱] کی مجلس کیوں نہ ہو درست نہیں اس میں مکروہ اور حرام جمع ہو جاتے ہیں اور جہاں مکروہ اور حرام اکٹھا ہوں وہاں حرام کو ترجیح دے کرنا جائز کا حکم کیا کرتے ہیں چنانچہ اشباہ ونظائر کی یہ عبارت اس کی سند ہے[۲] اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غُلِبَ الْحَرَامُ وَبِمَعْنَاهَا مَا اجْتَمَعَ مُحَرَّمٌ وَمُبِيحٌ اِلَّا غُلِبَ الْمُحَرَّمُ۔ فقط۔ سو نقد اور کپڑا وغیرہ ان ڈومنیوں کو دنیا گانے بجانے کی مزدوری ٹھہری اور گانے پر مزدوری دینا لینا دونوں حرام ہیں۔ ہدایہ کے کتاب الاجارہ میں یہ مضمون موجود ہے کہ لَا یَجُوْزُ الْاِسْتِیْجَارُ عَلَی الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَکَذَا سَائِرِ الْمَلَاهِی لِاَنَّهٗ اِسْتِیْجَارٌ عَلَی الْمَعْصِیَةِ وَالْمَعْصِیَةُ لَا تُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ یعنی نہیں جائز ہے مزدوری لینا راگ پر اور پیٹنے پر اور اسی طرح اور گناہ کے کاموں پر اس لیے کہ یہ مزدوری گناہ کی ٹھہری اور گناہ سے عقد[۳] نہیں ہو سکتا۔ فقط اور فقط دف بغیر راگ کے بجانا مباح ہی تو اُس پر مزدوری لینا بھی ظاہرا مباح معلوم ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ ڈوم ڈومنی اگر دف بجانے میں گا دیں بھی تو اُن کو اُجرت لینا درست نہیں سو دینے والے کو کچھ کپڑا وغیرہ اُن کو دینا جائز نہ ہوگا۔

ستائیسواں[۲۷] مسئلہ۔ برات رخصت ہوتے وقت دولہا کی خدمت گزار پچھادروں کے خرچ کے واسطے اپنی مقدور بھر کچھ روپے پیسے دلہن کی طرف والوں کو دے آتے ہیں یہ رسم کیا ہی درست یا نادرست **جواب** ایسے مقاموں میں مال خرچنا اگر احسان وسلوک کی نیت سے ہو تو درست ہی اور اگر نام آوری اور دکھانے سنانے کو ہو تو بُرا ہی سو اب اکثر لوگ یہ مال رسم کے طور پر خرچتے ہیں اور

---

[۱] عورتوں ہی کی مجلس۔ طابع

[۲] جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو ترجیح ہوتی ہے اور اسی طرح جب حرام اور مباح جمع ہو جائیں تو بھی حرام ہی کو ترجیح ہوگی۔ طابع

[۳] عقد کہتے ہیں اُس معاملے کو جس میں ایجاب وقبول ہو جیسے بیچنا مول لینا نکاح کرنا گرو رکھنا وغیرہ ۱۲

اپنی ناموری مقصود رکھتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَآئِیْ یُرَائِیْ اللّٰہُ بِہٖ یعنی جس نے لوگوں کے سنانے کو کوئی کام کیا تو فضیحت کرے گا اُس کو خدا اور جس نے دکھلانے اور نمود کے لئے کیا تو رسوا کرے گا اُس کو اللہ یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔

اٹھائیسواں ۲۸ مسئلہ۔ برات کی رخصت کے وقت ہندو مسلمان فقیر محتاج لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں ان کو کچھ دینا اور ان پر کوئی چیز تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں **جواب** ایسے وقت میں شکر اور صدقے کی راہ سے دونوں قسم کے فقیروں کو کچھ دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ یعنی جو کوئی اللہ کا نام لے کر مانگے تو اُس کو دو فقط اور جو اپنی بڑائی اور نام آوری کے لئے دیوے تو جائز نہیں ایسے کاموں میں اعتبار نیت کا ہے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی ثواب کاموں کا نیتوں پر ہے اور محتاجوں مفلسوں کو دینا کہیں کسی وقت منع نہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے ابوداؤد کی روایت ہے کہ بُہَیْسَہْ نام عورت نے اپنے باپ سے سنا ہوا نقل کیا کہ اُس نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الشَّیْئُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ یعنی یا رسول اللہ ایسی کون چیز ہے جس کا منع کرنا درست نہیں فرمایا اَلْمَآءُ یعنی پانی پوچھا یَانَبِیَّ اللّٰہِ مَا الشَّیْئُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ اے پیغمبر خدا کونسی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں فرمایا اَلْمِلْحُ نمک پوچھا یَانَبِیَّ اللّٰہِ مَا الشَّیْئُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ یعنی اے نبی اللہ کے کس چیز کا منع جائز نہیں فرمایا اَنْ تَفْعَلَ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَّکَ یعنی اچھا کام اچھا ہے تیرے واسطے فقط اور ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ یعنی خرچ کر اے آدم کے بیٹے تو میں تجھکو دیا کروں۔

اُنتیسواں ۲۹ مسئلہ۔ کچھ نقد غلہ پکی ہوئی روٹیاں محتاجوں کے دینے کے لئے جنازے کے ساتھ لے جانا درست ہے یا نہیں **جواب** مُردے کے ترکے کا مال ثواب کی نیت سے محتاجوں کو دینا درست ہے بشرطیکہ اُس کے وارث جوان ہوں اور اگر وارث چھوٹے نابالغ ہوں تو

بے ترکہ تقسیم کئے دُرست نہیں اور جنازے کے ساتھ یہ چیزیں لے جانا جاہلیت کی رسم ہے شرع میں اس کی کچھ اصل ثابت نہیں اور جس چیز کی اصل شرع میں کوئی نظیر اور مثل نہ ہو اُس کا عمل میں لانا دو حال سے خالی نہیں یا مکروہ ہے یا حرام! اور مُردے کو ثواب پہنچانے کے لئے محتاجوں کو صدقہ دینا بغیر اس کے کہ جنازے کے ساتھ لے جاویں بیشک دُرست ہے جو چیز محتاجوں کو مُردے کے ثواب کے لئے دیویں تو مستحب ہے کہ اس طرح دیں کہ اُس میں ریا اور وقت اور دن کے معین کرنے کا لحاظ نہ ہو نہیں تو بدعت ہو جاتا ہے اور ایسا دینا کراہت سے خالی نہیں۔ اللہ ہی سیدھی راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

تیسواں مسئلہ۔ مرنے کے بعد مُردے کو بدنی اور مالی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔ **جواب** حنفیوں کے نزدیک عبادت بدنی مالی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ صَلٰوۃً کَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَۃً اَوْ غَیْرَھَا عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ یعنی آدمی کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کو دے ڈالے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ اہل سُنّت کے نزدیک۔ فقط اور امام سیوطی نے شرح الصدور میں طبرانی سے روایت لکھی کہ طبرانی نے حضرت انسؓ سے نقل کیا کہ انس کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے مَا مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یَمُوْتُ مِنْھُمْ مَیِّتٌ فَیَتَصَدَّقُوْنَ عَنْہُ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلَّا اَھْدَاھَا لَہٗ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُّوْرٍ ثُمَّ یَقِفُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ ھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ اَھْدَاھَا اِلَیْکَ اَھْلُکَ فَاقْبَلْھَا فَتَدْخُلُ عَلَیْہِ فَیَفْرَحُ بِھَا وَیَسْتَبْشِرُ وَیَحْزَنُ جِیْرَانُہُ الَّذِیْنَ لَا یُھْدٰی اِلَیْھِمْ بِشَیْءٍ یعنی جس گھر میں مُردہ مرے اور وہ لوگ اُس کے مرنے کے بعد صدقہ کریں تو حضرت جبرئیل اُس صدقے کو نور کے طبق میں اُس کے پاس لاتے ہیں پھر اُس قبر کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اے گہری قبر والے تیرے گھر والوں نے تجھ کو یہ تحفہ بھیجا ہے سو تو اس کو قبول کر پھر وہ تحفہ اُس کو ملتا ہے تو وہ مُردہ خوش ہوتا ہے اُس سے

اور حشاش بشاش ہو جاتا ہے اور غمگین ہو جاتے ہیں اُس کے آس پاس کے مُردے جن کو تحفہ نہیں بھیجا جاتا۔ فقط اور اُسی کتاب میں ہے ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ یعنی مقرر اللہ تعالیٰ بلند کر دیتا ہے اپنے اچھے بندے کا درجہ بہشت میں تو وہ عرض کرتا ہے اے پروردگار میرے کہاں سے یہ میرا درجہ بلند ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیرے بیٹے کے تیرے لئے بخشش مانگنے کے سبب سے۔ فقط۔ اور شیخ عبدالحقؒ نے شیخ ابن ہمام سے اپنی کتاب جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ عالموں کا اتفاق ہے کہ مالی عبادت جیسے صدقے وغیرہ کا ثواب مُردے کو پہنچتا ہے اور بدنی عبادت میں جیسے نماز اور قرآن پڑھنا اختلاف ہے لیکن بہت صحیح مذہب یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔

اکتیسواں ۳۱ مسئلہ۔ دستور ہے کہ مُردہ مرنے کے بعد مُردے کے رشتے دار اور پروسی کھانا پکا کر اُس کے گھر لے جاتے ہیں اور کئی دن تک یہی معمول ٹھہراتے ہیں یہ کھانا اُن مصیبت والوں کو دینا درست ہے یا نہیں **جواب** مستحب ہے کہ مُردے کے رشتہ دار اور پروسی مصیبت والوں کے لئے دو وقت کا کھانا پکا کر اُس کے گوارے موافق بھیج دیں چنانچہ برہان مواہب الرحمان کی شرح میں ہے وَيُسْتَحَبُّ لِلْجِيْرَانِ وَاَهْلِ الْبَيْتِ وَالْاَقْرِبَاءِ وَالْاَبَاعِدِ تَهْيِئَةُ طَعَامٍ لَّهُمْ يُشْبِعُهُمْ يَوْمَهُمْ وَلَيْلَتَهُمْ یعنی اور مستحب ہے پروسیوں اور گھر والوں اور رشتے مندوں اور دور والوں کو کھانا پکانا مُردے والوں کے لئے کہ اُن کا پیٹ بھر دے ایک دن اور رات۔ فقط۔ اور ترمذی نے عبداللہ بن جعفر سے روایت کی کہ جب آئی موت کی خبر جعفر کی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَاِنَّهٗ قَدْ جَاءَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ یعنی طیار کرو جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا اس لئے کہ ان پر ایسی چیز آئی ہے کہ روک رکھے گی

اُن کو پکانے کھانے سے۔ فقط۔ اور یہی حدیث مشکوٰۃ میں ہے مگر بعض لفظ کا فرق ہے اور جامع البرکات میں ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رشتے مندوں اور پروسیوں اور دوستوں کو مستحب ہے کہ کھانا پکا کر مُردے والے کے گھر بھیجیں اور بعضے عالم کہتے ہیں کہ پہلے دن مرنے سے تو کھانا بھیجنا مکروہ نہیں اس لئے کہ وہ لوگ اُس کے کفن دفن میں لگے ہوتے ہیں اور دوسرے دن اگر پیٹنے والی عورتیں وہاں جمع ہوں تو مکروہ ہے کہ اس میں گناہ کی مدد اور اعانت ہے اور اختلاف ہے کہ اُس کھانے کو مصیبت والوں کے سوا اور لوگ کھاویں یا نہ کھاویں سو ابو القاسم نے کہا کہ جو لوگ اُس کی تجہیز تکفین میں مشغول ہوں اُن کو کھانا مضائقہ نہیں یہ تقریر مطالب المومنین کی ہے۔

تیسواں مسئلہ ۳۲۔ مُردے کی ماتم پُرسی کو جانا اور وہاں دونوں ہاتھ اُٹھا کر سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں **جواب** ماتم پُرسی کو جانا جائز ہے اور مغفرت کی دُعا اس کے لئے مانگنا مستحب ہے اور ایسے مُردے کے وارثوں کے لئے صبر کی دُعا کرنا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یُقَالَ لِصَاحِبِ التَّعْزِیَةِ غَفَرَاللّٰهُ تَعَالٰی لِمَیِّتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَتَغَمَّدَهٗ بِرَحْمَتِهٖ وَرَزَقَكَ الصَّبْرَ عَلٰی مُصِیْبَتِهٖ وَاٰجَرَكَ عَلٰی مَوْتِهٖ كَذَا فِی الْمُضْمَرَاتِ نَاقِلًا عَنِ الْحُجَّةِ وَاَحْسَنُ ذٰلِكَ تَعْزِیَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی یعنی مستحب ہے کہ ماتم والے سے کہا جاوے کہ اللہ بخشے تیرے مُردے کو اور درگزر کرے اُس کے گناہ سے اور ڈھانپ لے اُس کو اپنی رحمت میں اور روزی کرے تجھکو صبر اُس کی مصیبت پر اور بدلہ دے تجھ کو اُس کی موت پر اور بہتر تعزیت یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے کہ اللہ ہی کا ہے جو اُس نے لے لیا اور اُسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر شے اُس کے پاس ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت تک۔ فقط اور ہاتھ اُٹھانا دُعا میں تعزیت کے وقت ظاہرا جائز معلوم ہوتا ہے۔ حدیث میں دعا کے لئے ہاتھ

اُٹھانا مطلقاً بے قید وقت اور مکان کے ثابت ہوا تو اُس وقت بھی مضائقہ نہیں لیکن خاص کی تعزیت کی دُعا میں ہاتھ اُٹھانا شرع سے ثابت نہیں۔

تینتیسواں ۳۳ مسئلہ۔ ماتم پُرسی کو کے دن تک جانا دُرست ہے **جواب** تین ۳ دن تک اور تین ۳ دن کے بعد مکروہ ہے مگر ہاں اگر یہ تعزیت کرنے والا یا مُردے کا وارث کہیں اور سفر میں ہو تو تین ۳ دن کے بعد بھی درست ہے اور تعزیت کو ایک ہی بار جاویں پھر دوسری بار نہ جاویں چنانچہ عالمگیریہ میں ہے وَرَوَی الْحَسَنُ عَنْ زِیَادٍ وَاِذَا عَزّٰی اَھْلُ الْمَیِّتِ مَرَّۃً فَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُعَزِّیَہٗ مَرَّۃً اُخْرٰی وَوَقْتُھَا مِنْ حِیْنِ یَمُوْتُ اِلٰی ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَیُکْرَہُ بَعْدَھَا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ الْمُعَزِّیْ اَوْ مُعَزّٰی اِلَیْہِ غَائِبًا فَلَا بَاْسَ بِھَا۔ فقط اور جامع البرکات میں ہے کہ تعزیت مُردے کے دفن سے پہلے اور تین ۳ دن دفن کے بعد مستحب ہے اور تعزیت کے معنی صبر و دلاسا دینا اور عزا کے معنی صبر۔ اور مکروہ ہے کہ گھر کے دروازہ پر بیٹھیں اور لوگ تعزیت کو جمع ہوا کریں بلکہ جب دفن سے فارغ ہوں تو لوگ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاویں اور مُردے والا اپنا کام کرنے لگے اور تین ۳ دن سے زیادہ تعزیت نہ چاہئے۔ اور بعضے مشائخ کہتے ہیں کہ حاضر کے پاس تین ۳ دن تک تعزیت کو جانا درست ہے اور جو مسافر سفر سے آیا ہو اُس کے پاس ایک ہی دن جانا چاہئے اور بعضوں نے کہا کہ تین ۳ دن تک گھر میں یا مسجد میں بیٹھنا مضائقہ نہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ کے قتل کی خبر سن کے مسجد شریف میں بیٹھے تھے اور لوگ آیا کرتے تھے اور یہ جو اب کے لوگ تکلفات کرتے ہیں کہ تیسرے دن فرش بچھاتے اور خیمے کھڑے کرتے اور خوشبو بانٹتے اور ایسے اور کام عمل میں لاتے ہیں یہ سب بدعتِ سیئہ اور نامشروع ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان پر مہربانی کرے اور اُن کی خطا سے درگزرے۔

چونتیسواں ۳۴ مسئلہ۔ دستور ہے کہ مرنے سے تیسرے دن برادری کے لوگ اور

دوست آشنا تعزیت کے لئے مُردے کے گھر جاتے اور وہاں اکٹھا ہو کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص
پڑھ کر مُردے کو بخشتے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ رسم جائز ہے یا نہیں اور تیجے اور دسویں
اور بیسویں اور چالیسویں وغیرہ کا دن مقرر کرنا درست ہے یا نہیں **جواب** فقط تعزیت کرنا
اور مصیبت زدوں کو دلاسا دینا اور صبر کی رغبت دلانا بلاشبہ درست ہے چنانچہ
ابھی اس کا بیان گزر چکا اور یہ جماؤ کر کے تیسرے دن کچھ پڑھنا اور اُس دن اچھے لوگوں
اور قاریوں کو جمع کر کے قرآن ختم کرنا یا کوئی سورۃ مکروہ ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے۔
اِنَّ خَتْمَ الْقُرْاٰنِ جَهْرًا بِالْجَمَاعَةِ وَيُسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ سیپارہ خواندن مکروہٌ یعنی
قرآن ختم کرنا جماؤ باندھ کے جس کو سیپارہ خوانی کہتے ہیں مکروہ ہے۔ فقط۔ اور تیجا اور دسواں وغیرہ
مقرر کرنا اور کھانا پکا کر لوگوں کو کھانا کھانے اور قرآن پڑھنے کو ان دنوں میں بلانا بھی مکروہ
ہے چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں مستملی منیۃ المصلی کی شرح سے لکھا ہے وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي
الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ
وَاتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ
الْاَنْعَامِ وَالْاِخْلَاصِ وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي
السُّرُوْرِ لَا فِي الْحُزْنِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبِحَةٌ یعنی اور مکروہ ہے کھانا طیار کرنا مُردے
کے مرنے سے پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتے کے بعد اور قبر کے پاس کھانا لے جانا تہواروں
میں اور لوگوں کو بلانا قرآن پڑھنے کو اور اچھے لوگوں اور قاریوں کو جمع کرنا قرآن ختم کرنے کو
یا سورۂ انعام اور سورۂ اخلاص پڑھنے کو اور مکروہ ہے مُردے والوں سے لوگوں کی ضیافت
لینا اس لئے کہ ضیافت کا خوشی کے کاموں میں حکم ہے نہ غم میں اور یہ سب کام بدعت ہیں
بُری۔ فقط۔ اور فتح القدیر میں ہے وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ
فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبِحَةٌ یعنی اور مکروہ ہے مُردے والوں
سے ضیافت لینا اس سبب سے کہ ضیافت خوشیوں میں مقرر ہوئی نہ غموں میں اور یہ ضیافت

بُری بدعت ہے۔ فقط اور نوادر الفتاوی میں ہے کہ مکروہ ہے وہ کھانا کھانا جو مُردے کے بعد تین دن اور ہفتے اور مہینے اور برس کے بعد پکتا ہے خصوصًا عالموں فاضلوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَعَامُ المَیِّتِ یُمِیتُ القَلْبَ وَطَعَامُ المَرِیضِ یُمْرِضُ القَلْبَ یعنی مُردے کا طعام مُردہ کر ڈالتا ہے دل کو اور مریض کا طعام مریض کر دیتا ہے دل کو۔ فقط۔ ا در نوادر ہشام میں ہے کہ مکروہ ہے اُس کھانے کو قبول کرنا جو مُردے کی رُوح کے لئے پکایا جاتا ہے۔ فقط۔ اور یہی مضمون فراخانی وغیرہ معتبر فتاووں میں ہے جو تمام مشرق اور مغرب میں مشہور ہیں لیکن اگر یہ دن اور سوا ان کے اور کوئی دن خاص کر نہ مقرر کریں اور کھانا پکوا کر مُردے کی طرف سے فقیروں محتاجوں کو کھلاویں تو جائز ہے جیسا امام بزاری نے کہا وَاِنِ اتَّخَذُوْا طَعَامًا لِلْفُقَرَآءِ کَانَ حَسَنًا یعنی فقیروں کے لئے کھانا پکانا بہتر ہے۔ فقط۔ ا در جامع البرکات میں ہے کہ یہ جو لوگ مُردے کی طرف سے ثواب کی نیت پر فقیروں کے لئے کھانا پکایا کرتے ہیں سو فقیر کے سوا کسی کو نہیں درست اس لئے کہ صدقہ فقیروں کا حق ہے اور ہدایا امیروں کا۔ فقط اور کھانا کھانے سے پہلے اُس پر کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھنا اور ہاتھ دُعا کی طرح بلند کرنا جیسا اب رواج ہو رہا ہے اگلے عالموں سے ماثور اور کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ مکّہ معظّمہ اور مدینہ شریف میں تمام عالم فاضل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اب تک اُس دیارِ مبارک کی سکونت سے مشرف ہوئے ہیں کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا نام بھی نہیں جانتے مگر ہاں اس ملک کے لوگ جو وہاں جا کر بسے ہیں ان میں کا بعضا شخص اپنے گھر میں پوشیدہ اس نئے کام کو عمل میں لاتا ہے سو وہاں کے عالم جب اطلاع پاتے ہیں تو اس کو منع کرتے اور اس کام کو بُرا بتاتے ہیں البتہ سُنّت جماعت میں یہ طریقہ سلف سے جاری ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ضیافت والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کرتے ہیں یہ سب مضمون جامع البرکات کا ہے۔ اور شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے کہ وَیَدْعُوا الضَّیْفُ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ بِالْبَرَکَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاَنْ یَّقُوْلَ اللّٰھُمَّ بَارِکْ

لَهٗ فِيْمَا رَزَقْتَهٗ وَيَسِّرْ لَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ خَيْرًا مِّنْهُ وَقَنِّعْهُ بِمَآ اَعْطَيْتَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ یعنی دُعا کرے مہمان کھانا کھلانے والے کے لئے برکت اور رحمت اور مغفرت کی اس طرح کہ کہے اے اللہ برکت دے اُس کو اس میں جو تو نے اُس کو دیا اور آسان کر اُس پر نیکی کرنا اور قناعت نصیب کر اُس کو اس میں جو تو نے اُس کو عنایت کیا اور بخش اُس کو اور اُس پر رحم کر اور کر دے ہم کو اور اُس کو احسان ماننے والے شکر گزاروں میں۔ فقط۔ اور اسی کتاب میں ہے وَيُسَمِّي التَّسْمِيَةَ فِيْ اَوَّلِهٖ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ وَلَوْ فِيْ اٰخِرِهٖ حِيْنَ يَتَذَكَّرُ التَّسْمِيَةَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهٗ وَاٰخِرُهٗ وَلْيَقْرَأْ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ اِذَا فَرَغَ مِنَ الْاَكْلِ یعنی اور مقرر کیا جاوے تسمیہ کھانے کے اول میں یعنی بسم اللہ کھانے کے شروع میں کہنا چاہئے سو وہ شخص کہہ لیوے اگرچہ کھانے کا آخر ہو جب اُس کو یاد آوے بسم اللہ کہنا یعنی اگر شروع کرتے وقت بھول گیا تو جب اُس کو یاد ہو تب کہہ لیوے کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ یعنی میں اللہ ہی کا نام لیتا ہوں کھانے کے اول بھی اور آخر بھی اور پڑھے سورہ قل ہو اللہ احد جب فارغ ہووے کھانے سے۔ فقط۔ اور جو چیز کہ سلف سے عبادت کے طور پر نہ چلی آتی ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

پینتیسواں مسئلہ ۳۵ - دستور ہے کہ حافظوں کو نوکر رکھ کر قبر پر بٹھلاتے ہیں کہ قرآن پڑھ پڑھ مُردے کو بخشا کریں یہ درست ہے یا نہیں **جواب** اس مسئلے میں اختلاف ہی طرح طرح کی روایتیں وارد ہیں بعضی کتابوں سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں کا قبر پر بٹھلانا مکروہ ہے نہ حافظوں کو ثواب ہوتا ہے نہ مُردے کو چنانچہ خزانۃ الروایات اور شاہان میں ہے اُجْرَةُ الْقُرْاٰنِ مِثْلُ اَنْ يَّسْتَاْجِرَ رَجُلًا لِيَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى رَأْسِ الْقَبْرِ قِيْلَ هٰذِهِ الْقِرَاءَةُ لَا يَسْتَحِقُّ بِهِ الثَّوَابُ لَا لِلْمَيِّتِ وَلَا لِلْقَارِيْ یعنی قرآن کی مزدوری کی مثال یہ کہ مزدور ٹھہرایا جاوے کوئی شخص کہ قبر پر قرآن پڑھا کرے سو بعضوں نے کہا کہ اس پڑھنے کا نہ مُردے کو ثواب ہے نہ پڑھنے والے کو۔ فقط اور نصاب

الاحتساب میں ہے اِتّخاذُ الْقَارِیِ عِنْدَ الْقَبْرِبِدْعَۃٌ وَلَا مَعْنیٰ لِصِلَۃِ الْقَارِیِ لِقِرَاءَتِہٖ وَلَمْ یَفْعَلْہُ اَحَدٌ مِّنَ الْخُلَفَاءِ وَالصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ یعنی مقرر کرنا قرآن پڑھنے والے کا قبر کے پاس بدعت ہے اور پڑھنے والے کو اُس کے پڑھنے کے بدلے کچھ دینا نہ چاہئے اور یہ کام نہ کیا کسی حضرت کے خلیفہ اور حضرت کے یار نے۔ فقط۔ اور درِ مختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں کا قبر پر بٹھلانا مکروہ نہیں ہے جیسا کہا لَا یُکْرَہُ اِجْلَاسُ الْقَارِئِیْنَ عِنْدَ الْقَبْرِ وَھُوَ الْمُخْتَارُ یعنی مکروہ نہیں حافظوں کو قبر پاس بٹھلانا اور یہی مذہب مختار ہے۔ فقط۔ بہر صورت یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اختلاف کی صورت میں اصول کے قاعدے بموجب احتیاط پر عمل کرتے ہیں چنانچہ احتیاط کا طور اس مسئلے میں مجالس وعظیہ والے نے بیان کر دیا ہے وہ یہ ہے لَوْ قَرَأَ فِیْ بَیْتِہٖ وَاَھْدیٰ ثَوَابَہَا اِلَیْہِمْ بِاَنْ قَالَ بِلِسَانِہٖ بَعْدَ فَرَاغِہٖ مِنْ قِرَاءَتِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُہٗ لِاَھْلِ الْقُبُوْرِ لَوَصَلَ اِلَیْہِمْ لِاَنَّ ھٰذَا دُعَاءٌ بِوُصُوْلِ الثَّوَابِ اِلَیْہِمْ وَالدُّعَاءُ یَصِلُ بِلَا خِلَافٍ فَلَا یَحْتَاجُ اِلیٰ اَنْ یَّقْرَأَ عَلیٰ قُبُوْرِھِمْ یعنی اگر پڑھنے والا یوں کیا کرے کہ اپنے گھر میں قرآن پڑھے اور اُس کا ثواب مُردے کو اس طرح زبان سے کہہ کر پہنچا دے کہ اے اللہ دے تو میرے پڑھنے کا ثواب اُس مُردے کو تو بیشک ثواب پہنچے اس واسطے کہ یہ کہنا اُس مُردے کے ثواب پہنچنے کی دُعا ہے اور دعا بلا اختلاف پہنچتی ہے تو اس صورت میں قبروں پر پڑھنے کی کچھ احتیاج نہیں۔ فقط آگے اختلاف سے مسئلے کی حقیقت اللہ ہی جانے اسی کا علم محکم ہے۔

چھبیسواں مسئلہ ۳۶ - عُرس کا دن مقرر کرنا اور اُس دن محتاجوں کو کھانا کھلانا اور اپنی برادری میں بھاجی کی طرح بانٹنا درست ہے یا نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ جمعرات وغیرہ کی رات رُوح اپنے گھر آ کر آواز نرم سے کہتی ہے کہ اے میرے وارث کچھ میرے لئے خیرات کرو یہ روایت حدیثوں کی معتبر کتابوں میں ہے یا نہیں **جواب** عُرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں لَا یَجُوْزُ مَا یَفْعَلُہُ الْجُہَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَاءِ

وَالشُّهَدَاءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَالطَّوَافِ حَوْلَهَا وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ كَالْاَعْيَادِ وَيُسَمُّوْنَهٗ عُرْسًا یعنی یہ کام جاہل لوگ اولیا اور شہیدوں کی قبروں پر کیا کرتے ہیں جیسے سجدے اور اُن کے آس پاس پھرنا اور وہاں بہت سے چراغ روشن کرنا اور اُن کی طرف مسجدیں بنوانا اور برس دن کے بعد وہاں عید کی طرح جماؤ کرنا اور اُس کا نام عُرس رکھنا سب نادرست ہے۔ فقط۔ اور کھانا وغیرہ بانٹنا بے دن مقرر کئے ہوئے جائز ہے اس میں کوئی دم نہیں مار سکتا مگر ہاں مُردے کا کھانا حصے بنا کر گھر گھر بھیجنا جس کو بھاجی کہتے ہیں بے اعتبار اور پوچ ہے اس میں مُردے کو ثواب کے پہنچنے کی توقع نہیں شیخ عبدالحق نے جامع البرکات میں لکھا ہے کہ یہ جو لوگ ان شہروں میں برسی یا چھ ماہی یا چالیسویں کو کھانا پکا اور حصے بنا کر برادری میں بھیجتے اور اُس کو بھاجی کہتے ہیں کچھ چیز نہیں محض بے اعتبار ہے بہتر یہ ہے کہ اُس کو نہ کھاویں۔ فقط۔ اور شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں بھی بعینہٖ یہی عبارت شیخ عبدالحق کی نقل کر دی ہے اور وہ جو بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ مُردے کی رُوح بعضی راتوں میں جیسے شبِ جمعہ اور شب برات و شب عرفہ وغیرہ میں آیا کرتی ہے یہ روایتیں صحاح ستّہ میں تو ہیں نہیں اور جب تک حدیث کی روایتِ صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد نہ ہو تو وہ اعتبار کے قابل نہیں اگرچہ بعضے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہو بلکہ حال تو یہ ہی کہ بعضے محدثین جیسے ملا علی قاری اور شیخ الاسلام وغیرہ نے ان روایتوں کو ضعیف لکھا ہے اور اور شیخ عبدالحق رحؒ نے جامع البرکات میں اس روایت کو غریب حدیثوں میں شمار کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ بعضی روایتِ غریبہ میں وارد ہے کہ مُردے کی رُوح جمعے کی رات اپنے گھر آ کر نظر کرتی ہے کہ کسی نے اُس کے لئے خیرات کی یا نہیں واللہ اعلم۔

سینتیسواں ۳۷ مسئلہ۔ قبر اور چبوترہ اور چار دیواری اور گنبد چونہ اور اینٹوں سے بنوانا جائز ہے یا نہیں اور اگر قبر کے آس پاس حفاظت کے لئے پختہ کر دیں اور تعویذ کچا رکھیں تو درست ہے یا نہیں **جواب** قبر پکی کرنا اور گنبد اور چار دیواری اور چبوترہ بنانا

جائز نہیں چنانچہ حدیث شریف میں مسلم کی روایت سے واقع ہے کہ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ یعنی منع کیا پیغمبر خدا نے قبر پختہ گچ کرنا اور عمارت بنانے اور بیٹھنے سے فقط اور مواہب الرحمن میں ہے وَیُحَرَّمُ الْبِنَاءُ عَلَی الْقَبْرِ لِلزِّیْنَۃِ وَیُکْرَہُ لِلْاِحْکَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ یعنی مکان بنانا قبر پر زینت کے لئے حرام ہے اور مضبوط کرنے کے لئے دفن کے بعد مکروہ اور اس کتاب کی شرح میں ہے لِاَنَّ الْبِنَاءَ لِلْبَقَاءِ وَالْقَبْرُ مَوْضِعُ الْفَنَاءِ یعنی عمارت قبر پر اس لئے منع ہے کہ عمارت تو ہمیشہ رہنے اور بقا کے لئے ہوتی اور قبر فنا کی جگہ ہے اُس میں عمارت کی کیا حاجت۔ فقط۔ اور اسی طرح عالمگیریہ میں ہے اور تحفۃ الملوک والا لکھتا ہے کہ مکان بنانا چونے سے قبر پر پانی کی حفاظت کے لئے مکروہ ہے کیونکہ قبر اور اُس کا چبوترہ وغیرہ مضبوطی کا مقام نہیں ہے سو جیسا قبر کا خام رکھنا بہتر ہے ویسے ہی اُس کا آس پاس خام بنانا چاہئے۔ فقط۔ مگر ٹوٹی پھوٹی قبر کی مٹی سے مرمت کر دینا کچھ ڈر نہیں چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے عالمگیریہ میں ہے وَاِذَا خَرِبَتِ الْقُبُوْرُ فَلَا بَأْسَ بِتَطْیِیْنِھَا کَذَا فِی التَّاتَارْخَانِیَۃِ۔ فقط اور شیخ عبدالحق جامع البرکات میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی روایت سے حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یعنی علی کو بھیجا کہ جہاں کہیں کوئی تصویر نظر پڑے اُس کو نیست و نابود کرے اور جو قبر اونچی پاوے اُس کو نیچی اور برابر بناوے کہ زمین کے نزدیک ہو جاوے اور جابر کی حدیث میں وارد ہے کہ منع فرمایا جناب رسالت مآب نے قبر پر گچ کرنے سے اور فرمایا کہ اگر کہگل کر دیں کہ ویران نہ ہو جاوے تو درست ہے۔

اڑتیسواں ۳۸ مسئلہ۔ چارپائی پر جنازے کی نماز پڑھنا اور کلمۂ طیب بلند یا آہستہ جنازے کے ساتھ پڑھتے جانا اور مُردے کے نیچے قبر میں فرش بچھانا اور مرجانے کے بعد مُردے کو کلمے کی تلقین کرنا اور نماز ہول مُردے کے لئے پڑھنا اور مُردے کو

دفن کرکے چالیس قدم لوٹنا درست ہے یا نہیں جواب جنازے کی نماز چارپائی پر پڑھنا درست ہی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک سریر پر رکھ کر نماز پڑھی گئی تھی۔ اور عرب کے لوگ اپنی بول چال میں تخت اور چارپائی وغیرہ کو سریر کہتے ہیں چنانچہ قاموس[۱] میں ہے کہ اَلشَّرِیْطَۃُ خُوْصٌ مَفْتُوْلٌ یُشَرَّطُ بِہِ السَّرِیْرُ وَنَحْوُہٗ وَالْخُوْصُ بِالضَّمِّ وَرَقُ النَّخْلِ یعنی شریط کہتے ہیں خوص بٹی ہوئی کو جس سے سریر وغیرہ بنا جاتا ہے اور خوص کے معنی چھوہارے کی پتی۔ فقط مطلب یہ کہ چھوہارے کی پتی بٹ کر اُس کے بانوں سے سریر بنتے ہیں اُس کو فارسی والے چارپائی اور ہندی والے کھاٹ کہتے ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق نے بھی مشکوٰۃ میں سریر کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ہندی والے اس کو کھاٹ کہتے ہیں۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سریر کی لفظ عرب کی بولی میں عام ہے تخت اور چارپائی اور کھٹولے وغیرہ سب پر بولی جاتی ہے۔ سو جو کوئی تخت چارپائی پر نماز جنازے کی پڑھنا منع کرے اُس کو عرب کا محاورہ معلوم نہیں محض ناواقف ہے۔ اور جنازے کے ساتھ کلمہ طیب بلند پڑھتے جانا مکروہ ہے۔ اگر آہستہ پڑھیں کہ دوسرا آدمی نہ سنے تو مضائقہ نہیں چنانچہ عالمگیریہ میں فتاویٰ قاضی خاں اور شرح طحاوی سے لکھا ہے وَعَلٰی مُتَّبِعِی الْجَنَازَۃِ الصَّمْتُ وَیُکْرَہُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ کَذَا فِیْ شَرْحِ الطَّحَاوِیِّ فَاِنْ اَرَادَ اَنْ یَّذْکُرَ اللّٰہَ یَذْکُرُہٗ فِیْ نَفْسِہٖ کَذَا فِیْ فَتَاوٰی قَاضِیْ خَاں یعنی واجب ہے جنازے کے پیچھے چلنے والوں پر چپ رہنا اور مکروہ ہے ذکر اور قرآن پڑھنے کی آواز بلند کرنا۔ پھر اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے تو اپنے جی میں کرے۔ فقط اور قبر میں مُردے کے نیچے فرش بچھانا چاروں مذہب کے علما کے نزدیک مکروہ ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے نیچے جو قبر شریف میں چادر بچھائی گئی تھی وہ اُن کو خاص تھی اوروں کو درست نہیں۔ اسی طرح مواہب لدنیہ میں ہے اور ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے وَالصَّوَابُ کَرَاھَۃُ ذٰلِکَ

---

[۱] لغت کی کتاب کا نام ہے ۱۲

كَمَا قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ وَالْقَطِيْفَةُ اَلْقَاهَا شُقْرَانُ بِلَا اَمْرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی بہتر یہی مذہب ہے کہ قبر میں چادر ڈالنا مکروہ ہے چنانچہ سارے عالموں کا یہی قول ہے اور شقران نے جو حضرت کی قبر مبارک میں چادر ڈالی تھی تو اس میں حضرت کے یاروں کا حکم نہ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ حضرت کا خاصہ تھا۔ فقط اور جامع البرکات میں دفن کے باب میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ اُس کی شرح میں اکثر علما کا مذہب اور حضرت کی قبر شریف میں چادر بچھانے کا سبب بیان کیا ہے چنانچہ لکھا ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ جُعِلَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيْفَةٌ حَمْرَاءُ یعنی بچھائی گئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں ایک سرخ چادر قطیفہ کہتے ہیں اس چادر کو جس میں ریشہ اور پھندنا ہو اور اُس کو خمیلہ بھی کہتے ہیں اور مخمل کا بھی یہی مطلب ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں شقران نام غلام نے بے حکم صحابہ کے بچھا دی تھی اُن کی اس میں مرضی نہ تھی اور اُس نے اس واسطے بچھائی تھی کہ حضرت کے بعد کوئی اس کو نہ پہنے اور استعمال نہ کرے اور نیچے نہ ڈالے اور عام لوگ مُردے کے نیچے کپڑا ڈالنا مکروہ بتاتے ہیں کہ اس میں اسراف اور مال ضائع کرنا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ حضرت ہی کا خاصہ تھا اور کو نہیں درست اس لئے کہ وہ جناب اپنی قبر میں زندہ ہیں مع ہذا صحابہ نے دفن کے بعد چاہا کہ چادر نکال لیں لیکن حضرت کی قبر کھولنا مناسب نہ تھی یہ مضمون جامع البرکات کا تھا اور مُردے کو جاں کندن کے وقت کلمہ شہادت تلقین کرنا اجماع سے ثابت بلکہ مستحب ہے اور موت کے بعد تلقین کرنے میں عالموں کا کلام ہے۔ ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہ کریں اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دفن کے وقت بھی تلقین کر دیں چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے وَلُقِّنَ الشَّهَادَتَيْنِ وَصُوْرَةُ التَّلْقِيْنِ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَهٗ فِیْ حَالَةِ النَّزْعِ قَبْلَ الْغَرْغَرَةِ جَهْرًا وَهُوَ يَسْمَعُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يُقَالُ لَهٗ قُلْ وَلَا يُلَحُّ

عَلَیْہِ فِی قَوْلِہِمَا مَخَافَۃً اَنْ یَّضْجَرَ فَاِذَا قَالَہَا مَرَّۃً لَا یُعِیْدُ ہَا عَلَیْہِ الْمُلَقِّنُ اِلَّا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِکَلَامٍ غَیْرِہَا کَذَا فِی الْجَوْہَرِ النَّیِّرَۃِ وَھٰذَا التَّلْقِیْنُ مُسْتَحَبٌّ بِالْاِجْمَاعِ وَاَمَّا بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَا یُلَقَّنُ عِنْدَنَا فِی ظَاہِرِ الرِّوَایَۃِ کَذَا فِی الْعَیْنِیِّ شَرْحِ الْہِدَایَۃِ وَمِعْرَاجِ الدِّرَایَۃِ وَنَحْنُ نَعْمَلُ بِہِمَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَعِنْدَ الدَّفْنِ کَذَا فِی الْمُضْمَرَاتِ یعنی اور تلقین کی جاویں مُردے کو دونوں شہادتیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ مُردے کے پاس جاں کندن کے وقت پہلے اس سے کہ اُس کی روح گلے میں اٹکے یعنی غرغر کرنے لگے بلند آواز سے کہا جاوے کہ وہ ﷲ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور اُس کو نہ کہا جاوے کہ تو کہہ اور اُس پر مبالغہ نہ کیا جاوے اور بار بار نہ کہا جاوے اس ڈر سے کہ کہیں تنگ ہو کر کچھ بری بات نہ کہہ بیٹھے پھر جب وہ ایک بار کہہ لیوے تو تلقین کرنے والا اُس کو نہ دُہراوے مگر ہاں جب کوئی اور بات کلمے کے سوا کہے تو دُہرانا مضائقہ نہیں جوہر النیرہ۔ اور تلقین سب کے نزدیک مستحب ہے اور موت بعد تلقین کرنا ہمارے مذہب کی ظاہر روایت بموجب نہ چاہیے عینی شرح ہدایہ و معراج الدرایہ اور مضمرات میں ہے کہ موت کے وقت اور دفن کے وقت دونوں وقت تلقین کرنا ہمارا عمل ہے۔ فقط۔ اور مستملی منیۃ المصلی کی شرح میں ہی وَیُلَقَّنُ الشَّہَادَۃَ بِاَنْ یَّذْکُرَ عِنْدَہٗ لَا لِیَسْتَذْکِرُوْنَ اَنْ یُّؤْمَرَ بِہَا وَاَمَّا التَّلْقِیْنُ بَعْدَ الدَّفْنِ فَلَا یُؤْمَرُ بِہٖ وَلَا یُنْہٰی عَنْہُ یعنی اور تلقین کریں مرتے وقت کلمہ شہادت اس طرح کہ اُس کے رو برو پڑھیں تاکہ اُس کو یاد ہو جاوے نہ یہ کہ اُس کو پڑھنے کو کہیں اور وہ جو بعد موت کے تلقین ہے سو اُس کا نہ حکم کریں نہ منع کریں۔ فقط اور صلوٰۃ الہول پڑھنا فقہ اور حدیث کی معتبر کتابوں میں تو نظر سے گزرا نہیں مگر بعضے وظیفے کی کتابوں اور صوفیہ کے رسالوں میں البتہ لکھا ہے اور صوفیہ[1] کے قول و فعل پر فتویٰ جاری

---

[1] اس کا سبب یہ ہی کہ حضرات صوفیہ کو کبھی کوئی کام الہام کے معاملے میں معلوم ہوتا تو (باقی نوٹ بر صفحہ آیندہ)

نہیں ہوا اور کسی کام کے جواز و عدم جواز کے واسطے فقہ اور حدیث کی روایت چاہیے چنانچہ شیخ الاسلام نے یہی مضمون کشف الغطا میں لکھا ہے کہ مشائخ کی عادت ہے کہ اس نماز کو دفن کے متصل پہلی شب گزرنے سے پہلے مُردے کی نجات کے لئے پڑھتے ہیں اور اُس کو صلوٰۃ الھول کہتے ہیں۔ فقط اور دفن کر کے چالیس قدم قبر کے پاس سے لوٹنا یہ مسئلہ فقہ اور حدیث کی کتابوں میں تو پایا نہیں جاتا جس پر کرنے نہ کرنے کا حکم کیا جاوے ظاہرا بدعت معلوم ہوتا ہے اور شرع شریف میں بدعت سے بچنے پر کمال تاکید ہے اور بدعت پر عمل کرنے پر وعید شدید ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ یعنی جس نے نیا کام نکالا ہمارے اس دین میں جو اس میں نہیں سو وہ کام یا وہ نکالنے والا مردود ہے۔

انتالیسواں مسئلہ ۳۹۔ قبروں کی زیارت جیسے مردوں کو درست ہے ویسے عورتوں کو بھی درست ہے یا نہیں **جواب** قبروں کی زیارت جیسے مردوں کو اگر سنت کے طریقے بموجب ہو تو درست ہے عورتوں کو کسی طرح نہیں درست اور سنت کا طور زیارت میں یہ ہے کہ جب قبرستان میں جاوے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ یعنی سلام تم پر اے گھروں والے ایمان دار اور مسلمان لوگو اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملا چاہتے ہیں تم ہم سے آگے آئے ہم تمہارے پیچھے ہیں اور ہم مانگتے ہیں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے معافی یا اور کوئی اسی طرح کی دعا جو حدیث میں آئی ہو پڑھے اور مُردوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے چنانچہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اُس پر خود اُن کو عمل کرنا درست ہوتا ہے بشرطیکہ ظاہر خلاف شرع نہ ہو اور اُن کو اس کی سند پکڑنا اور اُس کا اور شرعی کاموں کی طرح اہتمام کرنا جائز نہیں اور مُردے کی نجات کے واسطے استغفار اور دعائیں وغیرہ جو شرع میں وارد ہیں کیا تھوڑے ہیں اُن کو عمل میں لاوے مشکوک کام کرنا اور شک میں پڑنا کیا ضرور ۱۲ محمد نظام

جامع البرکات میں عقائد سے لکھا ہے کہ فِی دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَالصَّدَقَۃِ عَنْھُمْ نَفْعٌ لَھُمْ یعنی زندے جو مُردوں کے لئے دعا کریں اور اُن کی طرف سے صدقہ خیرات کریں تو اُن کو فائدہ ہوتا ہے۔ فقط۔ اور وہاں جاکر اپنی موت یاد کریں اور اپنا حال بھی مُردوں کا سا خیال کریں کہ جیسے ہم مجلسیں گرم کرتے پھرتے ہیں ویسے ہی یہ بھی تھے اور جیسے یہ خاک میں مل گئے ویسے ہی ہم کو ملنا ہے۔ اور خلافِ سنت کام عمل میں نہ لاوے یعنی قبر کو بوسہ نہ دے اور منہ خاک پر نہ ملے اور قبر والوں سے حاجت مُراد نہ مانگے اور سجدہ نہ کرے اور اُس پر ہاتھ نہ رکھے چنانچہ ملا علی قاری نے عین العلم کی شرح میں لکھا ہے وَلَا یَمَسُّ اَیِ الْقَبْرَ وَلَا التَّابُوْتَ وَلَا الْجِدَارَ لِوُرُوْدِ النَّھْیِ عَنْ مِّثْلِ ذٰلِکَ لِقَبْرِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَکَیْفَ لِقُبُوْرِ سَائِرِ الْاَنَامِ وَلَا یُقَبِّلُ فَاِنَّہٗ زِیَادَۃٌ عَلَی الْمَسِّ فَھُوَ اَوْلٰی بِالنَّھْیِ یعنی نہ چھوئے قبر کو اور نہ تابوت کو اور نہ دیوار کو اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ یہ کام منع ہوئے سو اور لوگوں کی قبروں سے کیونکر درست ہوں گے اور قبر کو بوسہ نہ دے کہ یہ چھونے سے بھی زیادہ ہے تو یہ اُس سے زیادہ منع کے لایق ہے۔ فقط اور ایسے کاموں کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ چالیسویں مسئلے میں آوے گی اور عورتوں کو قبر کی زیارت کرنا بہت صحیح قول بموجب مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے چنانچہ مستملی میں ہے وَیُسْتَحَبُّ زِیَارَۃُ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَیُکْرَہُ لِلنِّسَاءِ یعنی مستحب ہے قبروں کی زیارت مردوں کو اور مکروہ ہے عورتوں کو۔ فقط اور خزانۃ الفقہ میں ہے وَاِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ عَنْ بَیْتِ الزَّوْجِ بِرِضَائِہٖ وَلَا یَمْنَعُھَا فَھُوَ دَیُوْثٌ لَا یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَہٗ وَاِنْ کَانَ قَارِیَ الْقُرْاٰنِ وَعَالِمَ الْعِلْمِ یعنی جب نکلی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اُس کی مرضی سے اور اُس نے اُس کو منع نہ کیا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز نہیں درست اگرچہ قرآن پڑھنے والا اور مسئلے جاننے والا ہو۔ فقط۔ اور کفایہ میں ہے وَاِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ عَنْ بَیْتِ الزَّوْجِ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فَاَسْقَطَ الْمَھْرُ مِنَ الزَّوْجِ یعنی جب نکلے عورت مرد کے گھر سے اُس کے بے حکم تو مرد کے ذمے سے مہر

جاتا رہتا ہے۔ فقط ان دونوں کتابوں کی عبارت سے معلوم ہوا کہ عورت کا گھر سے باہر نکلنا
کسی طرح درست نہیں قبر کی زیارت کے لئے یا ہو اور کسی گناہ کے کام کے لئے پھر اگر
اس کا خاوند ایسی جگہ نکلنے کی اجازت دے تو وہ دیوث ٹھہرے اور جو وہ آپ سے نکلے تو
اُس کا مہر ساقط ہوئے تو اس صورت میں دونوں کو دنیا و آخرت کی قباحت ہے اور کتاب
مجالس واعظیہ میں ہے کہ وَاَمَّا النِّسَآءُ فَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّخْرُجْنَ اِلَی الْمَقَابِرِ لِمَا رُوِیَ
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ یعنی عورتوں کو
نہیں جائز ہے کہ قبروں کی طرف جاویں اس لئے کہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لعنت کی پیغمبر خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر۔ فقط۔ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت عباسؓ
کے بیٹے نے نقل کیا کہ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ
عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ یعنی لعنت کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے
والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔ فقط۔ اور نصاب
الاحتساب میں ہے کہ سُئِلَ الْقَاضِیْ عَنْ جَوَازِ خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَی الْمَقَابِرِ وَالْفَسَادِ فِیْ
مِثْلِ هٰذَا فَقَالَ لَا یُسْأَلُ عَنِ الْجَوَازِ وَالْفَسَادِ فِیْ مِثْلِ هٰذَا وَاِنَّمَا یُسْأَلُ عَنْ مِقْدَارِ
مَا یَلْحَقُهَا مِنَ اللَّعْنِ وَاعْلَمْ اَنَّهَا کُلَّمَا نَوَتِ الْخُرُوْجَ کَانَتْ فِیْ لَعْنَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ
مَلَائِکَتِهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَاِذَا خَرَجَتْ تَلْحَقُهَا الشَّیَاطِیْنُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَاِذَا اَتَتِ
الْقَبْرَ یَلْعَنُهَا رُوْحُ الْمَیِّتِ وَاِذَا رَجَعَتْ کَانَتْ فِیْ لَعْنَةِ اللّٰهِ کَذٰلِكَ حَتّٰی تَعُوْدَ وَفِی
الْحَدِیْثِ اَیُّمَا امْرَاَةٍ خَرَجَتْ اِلٰی مَقْبَرَةٍ تَلْعَنُهَا مَلَائِکَةُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَلَائِکَةُ
الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ فَتَمْشِیْ فِیْ لَعْنَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَیُّمَا امْرَاَةٍ دَعَتْ لِلْمَیِّتِ بِخَیْرٍ فِیْ
یُعْطِیْهَا اللّٰهُ تَعَالٰی ثَوَابَ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَرُوِیَ عَنْ سَلْمَانَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ذَاتَ یَوْمٍ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ عَلٰی بَابِ دَارِهٖ فَاَتَتْ
ابْنَتُهٗ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مِنْ اَیْنَ جِئْتِ فَقَالَتْ خَرَجْتُ اِلٰی مَنْزِلِ فُلَانَةٍ

نِ الَّتِی مَاتَتْ فَقَالَ ھَلْ ذَھَبْتِ اِلٰی قَبْرِھَا فَقَالَتْ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ اَفْعَلَ شَیْئًا بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْکَ فَقَالَ لَوْ ذَھَبْتِ قَبْرَھَا لَمْ تَرِیْحِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ یعنی قاضی سے کسی نے عورتوں کی قبر پر جانے کے جواز کا مسئلہ اور اُس کے فساد کا حال پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اس کے جواز اور فساد کا کیا حال پوچھا جاتا ہے یہ پوچھنا چاہئے کہ عورتوں پر وہاں کے جانے میں لعنت کس قدر پڑتی ہے سو جاننا چاہئے کہ عورت نے جس وقت قبر کے جانے کا ارادہ کیا اُسی وقت سے اللہ تعالےٰ اور فرشتوں کی لعنت میں داخل ہوئی اور جب نکلی تو ہر طرف سے اُس کے پیچھے شیطان لگ گئے اور جب قبر پر آئی تو مُردے کی رُوح اُس پر لعنت کرتی ہے اور جب گھر کو لوٹتی ہے تو بھی اسی طرح لعنت میں ہوتی ہے جب تک گھر میں پھر کر آوے اور حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت قبرستان کو گئی اُس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں چلتے ہیں اور جو عورت مُردے کے لئے نیکی کی اپنے گھر میں دُعا کرے تو اُس کو اللہ تعالےٰ ایک حج اور ایک عُمرے کا ثواب عنایت کرتا ہے اور سلمان اور ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہی کہ ایک روز پیغمبر خُدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلے سو اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تو اُن کی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ آئیں تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم کہاں سے آتی ہو اُنھوں نے عرض کی میں فلانی عورت جو مر گئی ہے اُس کے گھر گئی تھی تو حضرت نے فرمایا کہ تو اُس کی قبر پر گئی تھی عرض کیا معاذ اللہ خدا کی پناہ میں ایسا کام کرتی بعد اس کے کہ میں سُن چکی آپ سے اُس کا حال جیسا سُن چکی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو اُس کی قبر پر جاتی تو خوشبو بہشت کی نہ پاتی فقط اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالے مالا بد میں لکھا ہے کہ قبر کی زیارت مُردوں کو جائز ہے نہ عورتوں کو۔

چالیسواں مسئلہ۔ مُردوں سے حاجت مُراد دُعا کے طور پر مانگنا اور قبر کا طواف کرنا اور بوسہ دینا اور اُس کو سجدہ کرنا اور اُس پاس روشنی کرنا اور اُس پر غلاف ڈالنا

اور پھولوں کی چادر جنازے کو اڑھانا یا قبر پر چڑھانا اور خیمہ اور شامیانہ کھڑا کرنا اور سوا خدا کے اوروں کی نذر کرنا اور مٹھائی اور کھانا قبر کے سامنے رکھنا جائز ہے یا نہیں **جواب** استعانت اور استمداد یعنی مُردوں سے حاجت مانگنا اور مدد چاہنا کسی طور سے درست نہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحقؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں کہ عربی زبان میں ہے لکھا ہے وَاَمَّا الْاِسْتِمْدَادُ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ فِیْ غَیْرِ النَّبِیِّ اَوِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْ اَنْکَرَهٗ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَقَالُوْا لَیْسَ الزِّیَارَةُ اِلَّا الدُّعَاءَ لِلْمَوْتٰی وَالْاِسْتِغْفَارَ لَهُمْ وَاِیْصَالَ النَّفْعِ اِلَیْهِمْ بِالدُّعَاءِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ یعنی اور مدد چاہنا قبروں والوں سے سوا ہمارے نبی صاحب یا اور نبیوں کے سوا اس کے منکر ہوئے ہیں بہت سے عالم اور کہا کہ نہیں ہے زیارت مگر مُردوں کے لئے دُعا کرنا اور اُن کی مغفرت مانگنا اور اُن کو فائدہ پہنچانا دعا کرنے یا قرآن پڑھنے سے۔ فقط۔ شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیا کی قبروں سے استعانت منع نہیں اس لحاظ سے کہ اُن کو عالم برزخ میں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہے کہ سوا شہیدوں کے ایسی زندگی اور کسی کو ثابت نہیں حال آنکہ وہاں کی زندگی دُنیا کی زندگی کی طرح نہیں کہ اُس پر اس کے حکم جاری ہوں اور یہاں کیسے معاملے کئے جاویں تو اس صورت میں انبیا کی قبروں کو اس حکم سے نکالنا اور استثنا کرنا درست نہیں ٹھہرتا بلکہ حق یہ کہ استعانت کا انکار جو اور سب عالموں نے کیا ہے سو عام سب کو شامل ہے نبیوں کی قبریں ہوں یا اور کسی کی چنانچہ اور کتابوں کی عبارت سے کہ اس جواب میں لکھی جاتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا مجمع البحار میں ہے مَنْ قَصَدَ لِزِیَارَةِ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالصُّلَحَاءِ اَنْ یُّصَلِّیَ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ وَیَدْعُوْا عِنْدَهُمْ وَیَسْاَلَهُمُ الْحَوَائِجَ وَهٰذَا لَا یَجُوْزُ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ الْعِبَادَةَ وَطَلَبَ الْحَوَائِجِ وَالْاِسْتِعَانَةَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰی وَحْدَهٗ یعنی جس کا قصد نبیوں اور اچھے لوگوں کی قبروں کی زیارت میں یہ ہو کہ وہاں نماز پڑھے اور دُعا کرے اور اُن سے حاجتیں مانگے تو یہ کسی مسلمانوں کے عالم کے نزدیک نہیں درست اس واسطے کہ بندگی کرنا اور حاجتیں مانگنا اور مدد

چاہنا ایکلے اللہ ہی کا حق[1] ہے۔ فقط! ور بغوی نے معالم میں لکھا ہے اَلْاِسْتِعَانَۃُ نَوْعُ تَعَبُّدٍ وَ الْعِبَادَۃُ الطَّاعَۃُ مَعَ التَّذَلُّلِ وَالْخُضُوْعِ وَسُمِّیَ الْعَبْدُ عَبْدًا لِذِلَّتِہٖ وَانْقِیَادِہٖ یُقَالُ طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ اَیْ مُذَلَّلٌ یعنی مدد چاہنے میں بھی ایک طرح کی عبادت نکلتی ہے اور عبادت کے معنی کیا ہیں اور کی تابعداری کرنا اپنے آپ کو ذلیل اور عاجز کر کے اور بندے کا نام بندہ رکھا گیا اُس کی عاجزی اور حکم برداری کے سبب چنانچہ عرب کے لوگ بولا کرتے ہیں فلانی راہ معبد ہے یعنی نرم و ہموار ہے فقط استعانت کے مسئلے کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بزرگوں کو مختار اور مستقل جان کر مدد چاہنا گو یہ سمجھنا کہ خدا نے اُن کو مختار اور مستقل کر دیا ہے جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں یا یوں کہنا کہ تم ہمارا کام کر دو یہ تو شرک ہے اور یوں کہنا کہ تم ہمارے لئے اللہ سے دعا کرو سو یہ اگر دور سے پکارا اور یہ جانا کہ وہ ہمیشہ دور و نزدیک سے برابر سنتے ہیں تو یہ بھی شرک ہے اور اگر یہ جانا کہ کبھی سُن لیتے ہیں اگر خدا چاہتا ہے سو یہ محتمل ہے یقینی نہیں کہ کسی وقت سُنیں گے اور محتمل پر شرع کے حکم مترتب نہیں ہوتے تو یہ پکارنا مجہول ٹھہرا اور اگر قبر کے نزدیک ہے تو یہ بھی سنت تو ہے نہیں، نہ سنت اصلیہ وصفیہ یعنی نہ حضرت کے قول و فعل سے ثابت ہے نہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے۔ باقی رہا جواز سو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے ناجائز کہا بعضوں نے جائز سو یہ جواز بھی تب ہے جب انبیا سے یہ استعانت ہو یا بغیر نام لیے اور بزرگوں سے ہو کہ یوں کہے اے اولیا اللہ میرے لئے دعا کرو اور اگر نام کسی ولی کا لیکے کہے کہ اے فلانے میرے لئے دعا کر سو یہ ہرگز نہیں درست اس واسطے کہ اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ سوا انبیا[2] کے کسی کا خاتمہ بخیر ہونا یقینی ہم کو معلوم نہیں پھر کسی کو بعد انتقال کے ولی کہنے کا تو کیا ذکر۔ یہ مضمون عقائد کی سب کتابوں میں موجود ہے اگرچہ لوگ خیال نہ کریں۔ سو مسلمان کو احتیاط چاہئے اور مشکوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ احمد اور ترمذی

---

[1] جس میں جواز کا حکم ہے اس میں بھی احتیاط کرے اور یوں ہی کہے کہ اے اللہ انبیا اور اولیا کی حرمت سے میری فلانی حاجت بر لا اس میں کیا برائی ہے جو اختلاف میں پھنسے ۱۲ مترجم [2] یا حدیث صحیح سے مغفرت کی بشارت دیے ہوؤں کے۔ شروانی۔

نے ذکر کیا کہ ابن عباس نے نقل کیا کہ کُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا
فَقَالَ یَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَكَ وَاِذَا سَأَلْتَ
فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ
یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَنْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ
بِشَیْءٍ لَا یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ
یعنی تھا میں ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تو فرمایا اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو تو وہ تجکو
یاد رکھے یاد رکھ اللہ کو تو پاوے تو اُس کو اپنے روبرو یعنی مددگار اور جب تو مانگے تو اللہ
سے مانگ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے چاہ اور جان لے کہ اگر سب لوگ اکٹھا ہوں
اس بات پر کہ تجکو کچھ فائدہ پہنچاویں تو نہ پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جو لکھ دیا اللہ نے تیرے لئے
اور اگر اکٹھا ہوں کہ تجھ کو کچھ ضرر پہونچاویں نہ پہونچاویں گے مگر اسی قدر جو ضرر ہونا اللہ نے
لکھا ہے اُٹھائے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ۔ فقط اور قبر کے آس پاس گھومنا اور اُس کا
طواف کرنا جائز نہیں نبی کی قبر ہو یا ولی کی چنانچہ ملا علی قاری نے مناسک الحج کی شرح میں
لکھا ہے وَلَا یَطُوْفُ اَیْ لَا یَدُوْرُ حَوْلَ الْبُقْعَۃِ الشَّرِیْفَۃِ لِاَنَّ الطَّوَافَ مِنْ مُخْتَصَّاتِ
الْکَعْبَۃِ الْمُنِیْفَۃِ فَیَحْرُمُ حَوْلَ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَلَا عِبْرَۃَ بِمَا
یَفْعَلُہُ الْعَامَّۃُ الْجَھَلَۃُ وَلَوْ کَانُوْا فِیْ صُوْرَۃِ الْمَشَائِخِ وَالْعُلَمَاءِ یعنی اور نہ طواف
کرے اور نہ گھومے آس پاس بزرگ مقام کے اس لئے کہ آس پاس گھومنا خاص کعبے شریف کو
روا ہے سو اور کسی نبیوں ولیوں کی قبروں کو حرام ہے اور اُس کا کچھ اعتبار نہیں کہ عوام جاہل
لوگ کیا کرتے ہیں اگرچہ مشائخوں اور مولویوں کی صورت پر ہوں۔ فقط۔ اور قبر کو بوسہ دینا اور سجدہ[۱]

---

۱ اس سجدے سے مُراد سجدۂ تحیت ہے یعنی شکر کا سجدہ جیسے حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو کیا تھا اور اُس
وقت میں ایسا سجدہ درست تھا اب اس دین اسلام میں وہ بھی حرام ہوگیا اور سجدۂ عبادت یعنی بندگی کے حق ادا
کرنے کا سجدہ تو ہرگز نہیں مُراد ہو سکتا وہ تو کفر ہی ہے مکروہِ تحریمی کیا معنی ۱۲ مترجم

کرنا اور اُس کے پاس روشنی کرنا بھی جائز نہیں چنانچہ کتاب شجرۃ الایمان میں لکھا ہے کہ گور کو سجدہ کرنا اور بوسہ دینا اور اُس پر ہاتھ ملنا اور اُس کا طواف کرنا اور قبر سے حاجت مانگنا اور قبرستان میں چراغ روشن کرنا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ فقط اور شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں لکھا ہے کہ اکثر کتابوں کا یہ مضمون ہے کہ قبر پر ہاتھ نہ رکھے اور اُس کو نہ چھوئے اور بوسہ نہ دے اور وہاں جھکے نہیں اور مُنھ خاک پر نہ ملے کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے اور عالم اس کو سخت منع کرتے ہیں فقط اور قبر کو غلاف وغیرہ سے چھپا دینا بھی نہیں درست ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں ہے تَسْجِیَةُ الْقَبْرِ غَیْرُ مَشْرُوْعٍ اَصْلًا فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ وَبَعْدَ تَسْوِیَةِ اللَّبِنِ فِیْ حَقِّ النِّسَآءِ وَمَرَّ عَلِیٌّ بِقَبْرِ رَجُلٍ قَدْ سُجِّیَ فَنَہَاہُ یعنی قبر کو لباس پہنانا شرع میں مردوں کے حق میں تو ہرگز درست نہیں اور مٹی برابر کر دینے کے بعد عورتوں کے حق میں درست نہیں اور حضرت علیؓ ایک شخص کی قبر پر ہو کر نکلے کہ اُس پر کچھ کپڑا پڑا تھا سو آپ نے اُس کو منع کیا۔ فقط اور اسی طرح پر پھول اور پھولوں کی چادر عبادت جان کے قبر پر ڈالنا درست نہیں کہ سوا خدا کے اوروں کا تقرّب حرام ہے اور چادر پھولوں کی جنازے پر ڈالنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے اور خیمہ اور شامیانہ بھی کھڑا کرنا مکروہ ہے چنانچہ شرعۃ الاسلام وغیرہ کتابوں میں ہے وَیُکْرَہُ اَنْ یُّبْنٰی عَلَی الْقَبْرِ مَسْجِدٌ یُّصَلّٰی فِیْہِ وَاَنْ یُّضْرَبَ عَلَیْہِ فُسْطَاطٌ اَوْ قُبَّۃٌ تُقَامُ فِیْہِ وَیُسْتَظَلُّ الْقُبُوْرُ فَاِنَّمَا یُظِلُّ الْمَیِّتَ عَمَلُہٗ یعنی اور مکروہ ہے قبر پر مسجد بنانا کہ اس میں نماز پڑھی جاوے اور خیمہ کھڑا کرنا یا گنبد بنانا کہ اُس میں کوئی رہے اور قبر پر سایہ ہو اس لئے کہ مُردے پر تو اُس کا عمل ہی سایہ کرتا ہے فقط اور سوا خدا کے اور کسی کی نذر منّت ماننا اور قبر کے پاس مٹھائی اور کھانا نذر ٹھہرا کے یا مُردے کے تقرب کے لئے لانا جائز نہیں بلکہ بدعت اور مکروہ تحریمی ہے اور کفار کی عادت ہے کہ بتوں کے پاس ایسا معاملہ کیا کرتے ہیں۔ در المختار میں ہے وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاھِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِھَا اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَآءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْھِمْ فَھُوَ

بِالاجماعِ باطِلٌ وحرامٌ مالم یقصدُ واصرفہا لفقرآءِ الانامِ وقد ابتلی النّاسُ بِذٰلِکَ ولا سِیّما فی ھٰذا الاعصار وقد بسطہٗ العلّامۃُ قاسمٌ فی شرحِ دُرَرِ البحار ولِذا قال الامام محمد لوکان العوام عبیدی لاعتقتہم بلا ولائی وذٰلِکَ بانّہم لایعقلون فالکلُّ بہٖ یعتبرون یعنی یہ جو مُردوں کی نذر ہوا کرتی ہے اور درم اور شمع روغن وغیرہ جو بزرگوں کی قبروں پر اُن کی نزدیکی کے لئے چڑھایا جاتا ہے سو بالاجماع سب کے نزدیک باطل اور حرام ہے جب تک اُس کا خرچ فقیروں کے لئے نہ قصد کرلیں اور بیشک گرفتار ہو گئے ہیں اس میں لوگ خصوصًا اس وقت میں اور خوب صاف لکھا ہے اس کو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں اور اسی واسطے امام محمد نے کہا کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں سب کو آزاد کردیتا اور اُن کے مرے پر اُن کا مال نہ چھوتا اور یہ اس لئے کہ وہ سب بے عقل ہیں پھر سب اسی پر اٹکل کرتے ہیں۔ فقط اور کشف الغطا میں ہے کہ عوام نذر مانا کرتے ہیں کہ کسی بزرگ کے مزار پر آکر کہتے ہیں کہ اے سید۔ اے سردار اگر فلانی میری مراد بر آوے و تیرے لئے اس قدر روپے یا کھانا دوں سو بحر الرائق کے بموجب یہ نذر باطل بالاتفاق ہے کیونکہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر درست نہیں۔ فقط اور مشکوٰۃ میں ابو داؤد کی روایت سے حدیث ہے کہ لا وفاءَ لِنذرٍ فی معصیۃِ اللّٰہ یعنی اللہ کا گناہ جس نذر میں ہو اُس کا پورا کرنا درست نہیں۔

خاتمہ اصل کتاب کا کچھ نصیحت کے بیان میں۔ سو جاننا چاہیے کہ آدمی کو موت سے چارہ نہیں کتنی ہی بڑی عمر ہو پھر آخر ایک دن مرے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموتِ یعنی جو جی ہے سو چکھے گا موت پھر باوجود اس کے کہ موت کا علم ہے لیکن معلوم نہیں کہ کب مرے گا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ماتدری نفسٌ ماذا تکسبُ غدًا وماتدری نفسٌ بایِّ ارضٍ تموتُ اِنّ اللّٰہ علیمٌ خبیرٌ یعنی نہیں جانتا کوئی جی کہ کیا کرے گا کل اور نہیں جانتا کوئی جی کہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ ہی علم والا خبردار

اور اس بے علمی کی اس حد کو نوبت پہنچی کہ بڑے بڑے پیغمبر اور رسول سوا اس کے کہ ہم کو معلوم نہیں کوئی کلمہ زبان پر نہیں لا سکتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ یعنی قسم اللہ کی میں نہیں جانتا قسم اللہ کی میں نہیں جانتا اور حال آنکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ سو جب یہ حال ہوا کہ موت کے وقت کا علم پیغمبروں تک کو نہ ہوا تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے اوپر جو حق جن جن لوگوں کے ہوں اُس کے ادا کرنے میں کمال ہی شتابی عمل میں لائیں اور ہرگز سُستی اور تساہل کو کام نہ فرماویں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت اچانک ناگہاں موت کے پنجے میں گرفتار ہو جاویں پھر افسوس کر کر حسرت اُٹھاویں اور پشیمانی کھاویں حق تعالیٰ نے ارشاد کیا اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ یعنی جب پہنچا اُن کا وعدہ پھر نہ ڈھیل کریں ایک گھڑی نہ جلدی۔

دو چیزیں ہیں کہ آدمی کو جہان میں خوش نہیں آتی ہیں ایک تو موت دوسرے مال کی کمی حالانکہ جناب رب الارباب نے فرمایا عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تم کو اور تم کو خوش لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تم کو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور موت آدمی کے حق میں بہتر ہے کہ دنیا میں جتنا جیے گا تکلیف و رنج پاوے گا اور مال کم ہونا بھی اچھا ہے جتنا مال زیادہ ہوگا اُتنا حساب زیادہ دینا پڑے گا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ یعنی دنیا میں ایسا رہ جیسے تو مسافر ہو یا راستہ چلنے والا اور گن رکھ اپنے آپ کو قبر والوں میں سے۔ مرنے کے بعد جنازے کے ساتھ تین چیزیں چلتی ہیں سو دو چیزیں اُن میں کی پھر لوٹ آتی ہیں اور ایک چیز ساتھ ہی رہتی ہے رفیق ہو کر یَتْبَعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ یعنی پیچھے جاتے ہیں اُس مُردے کے گھر والے اُس کے اور مال

اُس کا اور عمل اُس کا سو لوٹ آتے ہیں گھر والے اور مال اور باقی رہ جاتا ہے عمل اُس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ یعنی سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی دیکھ لے گا اُس کو اور جس نے کی ذرہ بھر بُرائی وہ دیکھ لے گا اُسے اور چار چیزیں ہیں کہ چار ناچار بندۂ بیچارے کو اُن کی فکر ضرور ونا چار ہے اور اُن میں زیادہ تکلف کا خیال فضول و بے کار یا موجب نارضامندی پروردگار ہے ایک گھر جس میں رہ سکے دوسرے لباس جس قدر میں ستر چھپے تیسرے روٹی جتنے میں پیٹ کی تسکین ہو چوتھے پانی جس سے پیاس دفع ہو قیامت کے دن پانچ چیز سے سوال ہوگا ایک یہ کہ عمر کس کام میں گنوائی دوسرے یہ کہ جوانی کس شغل کی آشنائی میں بہائی۔ تیسرے یہ کہ مال کہاں سے جمع کیا چوتھے یہ کہ مال کو کس چیز میں خرچ کیا پانچویں یہ کہ علم حاصل کر کے کیا عمل کیا حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ یعنی غنیمت جان پانچ چیز کو پہلے پانچ چیز سے اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے اور تونگری کو فقیری سے پہلے اور فرصت کو کام میں لگ جانے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ خلاصہ سب تقریر کا یہ کہ جس کو ایمان حاصل ہونے کے بعد اچھے عمل نصیب ہوئے اور اپنی آخر عمر تک اُن پر ثابت رہا اور اپنی جان خاتمے کے وقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر اپنے پیدا کرنے والے کو سونپے وہ شخص بہشت میں داخل ہوگا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی جس کی پچھلی بات لا الٰہ الا اللہ ہووے وہ بہشت میں داخل ہوگا اس واسطے کہ اچھے عمل بغیر ایمان و اسلام کے کچھ کام نہیں آتے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن بندے کے کام پروردگار کے پاس آویں گے تو نماز آکر عرض کرے گی کہ میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ تو خیر اور نیکی ہے پھر زکوٰۃ آوے گی وہ بھی گزارش کرے گی کہ میں زکوٰۃ ہوں

اللہ تعالیٰ ارشاد کرے گا کہ تو خیر و نیکی ہے پھر روزہ حاضر ہو کر یوں ہی کہے گا کہ میں روزہ ہوں حق تعالیٰ حکم کرے گا تو خیر و نیکی ہے پھر اسی طرح اور اعمال آئیں گے اور خدائے تعالیٰ یوں فرمائے گا کہ تم سب نیکی ہو بعد ان سب کے اسلام نکلے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار تیرا نام سلام ہے اور میں اسلام ہوں جناب رب الارباب فرما دے گا کہ تو خیر و نیکی ہے آج تیرے ہی سبب سے مواخذہ کروں گا اور تیرے واسطے بخشوں گا اِس بیان کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی جس کو اللہ چاہے کہ راہ دکھا دے کھول دے اُس کا سینہ حکم برداری کو غرضکہ مسلمان کامل وہ ہے کہ دنیا و آخرت کے سب کاموں میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کا اتباع کرتا رہے اور کسی حال میں اس سے پہلو تہی نہ کرے اور کسی مسلمان کو ناحق اپنے ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ دے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان کامل وہی جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ سو حضرت کی سنت کی اتباع مسلمان پر ظاہر اور باطن میں فرض و واجب ہے کسی طرح اُس سے تجاوز درست نہیں اور یہی اتباع آپ کی محبت کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی کہدے تو اے محمد اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور جب تک خدا اور رسول کی محبت اوروں کی محبت پر نہ بڑھ جاوے گی تب تک ایمان کا مزا نہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ یعنی تین خصلتیں ہیں کہ جن میں وہ جمع ہوں تو پایا اُن کے سبب اُس نے مزا ایمان کا ایک یہ کہ جس کے

نزدیک خدا اور رسول کی محبت زیادہ تر ہو ان کے سوائے دوسرے یہ کہ جو شخص ایسے بندے کی محبت رکھے کہ اُس کو دوست نہ رکھتا ہو مگر اللہ ہی کے واسطے۔ تیسرے یہ کہ جس کو بُرا لگے کہ پھر جاوے کفر میں بعد اس کے کہ چھڑا دیا اُس کو اللہ نے اُس سے جیسے بُرا لگتا ہے اُس کو کہ ڈالا جاوے آگ میں۔ اور مسلمان پر اور مسلمانوں کا حق یہ ہے کہ جب آپس میں ملاقات ہو تو سلام علیک اور اچھی باتیں کریں اور اگر بھوکے ہوں یا کھانے کا وقت ہو یا اپنے گھر مہمان آئیں تو اس سے جس قدر ہو سکے کھانا کھلاوے اور جب کوئی اپنے پاس سے چلا جاوے تو پیٹھ پیچھے اُس کو بھلائی سے یاد کرے اور عیب نہ کھولے غیبت نہ کرے اُس کو گالیاں نہ دے بُرا نہ کہے اور کسی مسلمان سے حسد اور کینہ اور کپٹ نہ رکھے اور اُس کے عیب کو اپنا عیب جانے۔ حدیث میں آیا ہے اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔ اور بھائی مسلمان کے عیب سے اپنے آپ کو بچاوے غیبت کا گناہ زنا سے سخت ہے اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا مگر ہاں تین آدمیوں کی غیبت درست ہے بادشاہ ظالم اور ظاہر کھلم کھلا گناہ کرنے والا اور بدعتی۔ اس واسطے کہ ان کا حال بیان کرنے سے اور لوگ چوکنے ہو جاویں گے اور ان کے فساد سے بچیں گے چنانچہ کتاب ابن ابی الدنیا میں ایک مرسل حدیث حسن بصری نے علی مرتضیٰ رض سے غیبت کے بیان میں روایت کی ہے کہ ثَلٰثَۃٌ لَا یَحْرُمُ عَلَیْکَ اِعْرَاضُھُمُ الْمُجَاھِرُ بِالْفِسْقِ وَالْاِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُبْتَدِعُ یعنی تین شخص ہیں کہ حرام نہیں تجھ پر اُن کو بے آبرو کرنا غیبت کرکے ایک ظاہر کرنے والا گناہ کا دوسرے بادشاہ ظالم تیسرے بدعت کرنے والا۔ اور ریاض الصالحین وغیرہ کتابوں میں ان تین کے سوا اور بعضے لوگوں کی بھی غیبت کرنا درست لکھا ہے اور حتی المقدور اپنے بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی سے دریغ نہ کریں اور اُن کی نصیحت سے ہاتھ نہ اُٹھاویں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اَلدِّینُ النَّصِیحَۃُ یعنی دین کیا ہے نصیحت[1] کرنا اور ان کے عیب چھپاتے رہیں اور اگر کبھی کسی سبب سے کسی معاملے دنیاوی میں شکررنجی ہو جاوے تو تین روز سے زیادہ سلام و کلام ترک نہ کریں اور بہتر وہ شخص ہے کہ ایسی رنجش میں سلام علیک کر کے ملاقات کرے اور کبھی کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور ہنسی ٹھٹھا مسخراپن نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ یعنی اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے اور جتنے اگلے دین کے پیشوا اور مقتدا گزرے ہیں اُن کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کریں چنانچہ اس رسالے کا ختم اسی دعا پر ہوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِینَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ



خاتمہ ترجمے کا۔ دستور ہے جب تک قائل معتبر نہ ہو اور اُس کی صدق و عدالت پر لوگوں کو اعتماد نہ جمے تب تک اُس کی بات اور کلام کا کماحقہٗ اعتبار نہیں ہوتا اور اُس کا کہنا خوب مفید نہیں پڑتا خصوصاً امرِ دین میں۔ چنانچہ محدثین کا معمول ہے کہ جس راوی کی عدالت و دیانت میں تھوڑا سا بھی خلل پاتے ہیں اُس کی روایت نہیں مانتے اور اُس کو لغو جانتے ہیں۔ پھر اگر کوئی کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ یعنی دیکھو اس بات کو جو کہے اور نہ دیکھو اُس کو جس نے کہا تو اس سے معلوم

---

[1] خیر خواہی۔ طابع

ہوا کہ قائل کے حال کا تفحص کچھ ضرور نہیں بات اچھی چاہیے۔ اس کا جواب یہ کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی بات من عند نفسہ اپنی طرف سے کہے کوئی روایت اور خبر نہ بیان کرے تو اُس کو دیکھیں گے کہ وہ بات شریعت کے قاعدوں کے موافق ہے یا مخالف اگر موافق ہے تو اُس کو مان لیں گے اگرچہ وہ شخص اُس کے موافق عمل نہ کرتا ہو اُس کی دلیل یہ ہے کہ اس قول میں حضرت علی نے فرمایا مَاقَالَ یعنی جو کہا یہ نہیں فرمایا کہ مَارَوٰی یا حَدَّثَ یعنی جو روایت کی یا حدیث بیان کی تو معلوم ہوا کہ نقل کی روایت کے یا حدیث کے راوی کا حال دریافت کرنا ضرور ہے۔ دوسرے یہ کہ میں لکھ چکا کہ غیر معتبر کہنے والے کا کما حقہٗ اعتبار نہیں ہوتا یعنی عوام لوگ اُس کو خوب نہیں مانتے۔ چنانچہ جو واعظ خود عمل میں سُست ہوتا ہے اگرچہ بات ٹھیک کہتا ہو اُس کی بات کو عوام لوگ کم قبول کرتے اور کان نہیں رکھتے ہیں اس واسطے فرمایا کہ ایسے آدمی کا کلام سُن لیا کرو اُس کے کام سے تم کو کیا کام۔ بہرحال بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہے سو اب جاننا چاہیے کہ ان مسئلوں کے مجیب مولانا محمد اسحاق سلمہ اللہ تعالیٰ نہایت مرتبے میں تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ اور ورع اور دینداری سے پیراستہ ہیں ایمان کا نور ایسا اُن کی پیشانی نورانی سے چمکتا ہے کہ جس کے نظر وہ جمال مبترک پڑے وہ صاف جان لیتا ہے کہ یہ شخص مومن متقی ہے زہد و حق گوئی کا یہ حال ہے کہ صد ہا روپے پر نظر نہ کی اور ایک اپنی دنیا کے مقدمے میں بخلاف اور برادری کے حق بات کہہ دی۔ جو کوئی مسئلہ پوچھے بے تعصب کتاب بموجب بیان کر دیتے ہیں کبھی کسی کا لحاظ یا کسی جانب کو میل نہیں کرتے! احتیاط اور اتباع سنت کا یہ عالم ہے کہ اس ملک میں تسلّطِ کفار دیکھ کر بے اس کے کہ بالکل دار الحرب کے احکام جاری ہوں گھر بار ریاست برادری دوست آشنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور کمالِ شوق سے ملکِ عرب میں جا بسے اب وہاں کے مدرس ہیں اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِذٰلِكَ اور علم و فضل کا حال تو ظاہر ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے نواسے اور شاگرد

ہیں اور اُن کے صحبت یافتہ اور تعلیم بردا شتہ ہیں۔ الغرض محامد اور مناقب اُس جناب کے اس قدر ہیں کہ اُن کے بیان کو ایک دفتر چاہیے یہاں بطور اختصار اتنے بھی کافی ہیں۔ اور مولوی محبوب علی صاحب جعفری حنفی جن کی دوسری مُہر اس رسالے پر ہے اُن کے کمال کا ادنیٰ حال یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اکثر وعظ میں اُن کو بلا کر بٹھلا لیتے تھے تب بیان کرتے تھے۔ بڑے جید فاضل اور علم حدیث میں کامل ہیں۔ مولوی امین الدین صاحب جو ان جوابوں کے لکھنے والے ہیں وہ بھی سید پاک اور دین اسلام کے عقیدے میں چست و چالاک ہیں۔ ساری بدعات سے جو آج کل سادات میں رائج ہیں تائب و بیزار اور ہر خرافات سے دست بردار ہو کر پاک صاف مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور علم حدیث میں بہت سی مہارت رکھتے ہیں۔ بہر تقدیر مسلمان کو چاہیے کہ ان مسائل میں کسی طرح کا شبہ اور خیالِ فاسد دل میں نہ لاوے اور آنکھ بند کیے عمل کیے جاوے۔

نظم

ہزار شکر کہ یہ ترجمہ تمام ہوا
خدا کے فضل سے خوب اس کا انصرام ہوا

اب آگے حضرتِ باری سے ہے مری یہ دُعا
کہ مومنوں کو وہ توفیق کر دے ایسی عطا

کہ چھوڑ کر کے وہ آپس کے سب رواج و رسوم
کریں اطاعتِ احکام سیّدِ معصومؐ

قدم کو اپنے رہِ مستقیم پہ وہ نہ دھریں
خلافِ شرع نہ اصلا کوئی بھی کام کریں

کوئی خوشی کی ہو تقریب یا کوئی ہو موت
کریں نہ سُنّتِ حضرت کی اتباع کو فوت

برادری کا نہ ہرگز لحاظ دیں میں کریں
نہ ہوں خلافِ شریعت کبھی جییں کہ مریں

رسوم کفر و جہالت کو یک قلم چھوڑیں
ہوں اہلِ سنّت و بدعت سے اپنا منھ موڑیں

مجھے بھی راہِ شریعت پہ خوب کر دے راست
کہ اُس کے حکم بموجب چلوں میں بے کم و کاست

رہوں جہاں میں تو باعزت و وقار رہوں
نہ مفلسی سے ذلیل و تباہ و خوار رہوں

مرے نصیب مدینے کی ہو زیارت و سیر
مرا ہو خاتمہ اُس شہر پاک میں بالخیر

بکن دعائے مرا اے خدائے پاک قبول
بحقِ سیدِ عالم رسولک المقبول

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اٰمِیْن

خاتمۃ الطبع شکر ہے اُس منعم حقیقی کا کہ جس نے ہم پر تکلیفات شرعیہ کو آسان فرمایا اور بزبانِ رسول مقبولؐ کے طریقہ سہل شادی وغم کا بتایا۔ لاکھ لاکھ رحمت رُوحِ علما پر کہ جنھوں نے مسائل کو قرآن و حدیث سے نکال کر صاف صاف بیان کیا اور جو لوگ زبان عرب و فارس نہ جانتے تھے اُن کے لئے ہندی میں لکھ دیا۔ اب جن مسلمانوں کو کہ خدا نے توفیق دی کتاب مسائل شادی وغم ہندی زبان کی تلاش ہوئی مگر ایسی کہ ایک کفایت کرلے نہ پائی۔ اس واسطے یہ کتاب کہ ترجمہ مسائلِ اربعین کا ہے۔ اور دونوں طرح کے مسائل اس میں ہیں **عبدالرحمٰن خاں** صاحب نے اس بندۂ احقر **علی بخش** سے چھپوائی۔ چنانچہ یہ قطعہ اُس کی تاریخ تمامی طبع کا نتائج افکار سرِ دفتر مورخان روزگار رسیدنا و مقتدانا **میر ناصر علی نصیر** مدظلہ اللہ القدیر سے ہے **قطعہ تاریخ**

مولوی اسحاق صاحب کا رسالہ کیا چھپا ‏ ‏ ‏ مسئلے اس میں بیاں ہیں سب مفیدِ اہلِ دیں
دی ندا ہاتف نے مجھ کو فکر میں تاریخ کی ‏ ‏ ‏ کہہ بہت نافع ہے ہندی میں **مسائل اربعین**

اب اُمید دیکھنے والوں سے یہ ہے کہ دُعائے خیر مصنف و مترجم کے حق میں کیا کریں اور جنھوں نے اس کے پھیلانے میں کوشش کی اُن کو بھی یاد رکھیں۔

بماہ رجبُ المرجب ۱۳۶۲ھ (جولائی ۱۹۴۳ء)

مطبع شروانی علی گڑھ میں باہتمام و نگرانی محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بارِ ثانی طبع ہوئی

نوٹ:- اب اس طبع ثالث کے وقت کچھ ماثل دول نمونہ کتاب کی اصل فارسی زبان اور پھر اس کے دوسرے دو اردو ترجموں کا مع ان ترجموں کے حال کے دیا جاتا ہے جو یقین ہے کہ دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہ سمجھا جائے گا۔ محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید کتاب اصل فارسی

الحمد للّٰہ الذی خلق من المآء بشرًا فجعلہ نسبًا و صہرًا - و بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم اٰیٰتہ فشرف اولًا باھل بیتہ عربًا و فخرًا صلی اللہ علیہ و علی اٰلہ و اصحابہ و بارک و سلم و علی کل مومنٍ بہ من ولد الجانّ و بنی اٰدم - اما بعد - چوں در ۱۲۵۵ھ (یک ہزار و دو صد و پنجاہ و پنج) سلالہ خاندان عالی شان خلاصہ دودمان متعالی مکان **محمد خان زماں خاں** ولد و سبط محمد باز خاں مرحوم متوطن بھیکم پور پرگنہ کول علی گڑھ وارد بلدہ دار الخلافت شاہ جہاں آباد شد و سی و پنج مسائل بطریق استفسار بخدمت جناب مستطاب سند الفقہاء و المحدثین قدوۃ العباد و الزاہدین مولانا و بالفضل اولینا ابو محمد سلیمان **محمد اسحاق** ابقاہ اللہ علی رؤس اہل الحق و الاحقاق سبط مولینا و مولی الکل حضرت **شیخ عبد العزیز** محدث دہلوی غفر اللہ لہٗ آوردہ استدعائے جواب باصواب مع نقل عبارت از کتاب نمودہ بندہ ضعیف کاتب الحروف سید ابو محمد جالیسری عفی اللہ عن السیات را کہ درین شہر از چند روز مقیم بود برائے تحریر املائے جوابات ایں اسولہ معین فرمود - از انجا کہ جواب سوالات سائلیں بعد نظر ہدایات و ارشاد طریقہ سید المرسلین بر علمائے ربانیین فرض و واجب است بحکم آیۂ کریمہ وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ مولانا ممدوح جزاء اللہ عنا و عن سائر المسترشدین منّا باوصف **لحوق عوارضِ جسمانی** و وجود عوائق روحانی حسب سوالات سائل از کتبِ معتبرہ تلاش فرمودہ بجواب آں مسائل پرداخت و ایں خلاصۂ کتب را برائے دیگر مسلمانان محمدی ہم در رسوم شادی و ماتم دستور العمل ساخت پس ایں خادم اہلِ ایمان بموجب ایمائے شان پنج سوالات دیگر دراں افزودہ **بمسائلِ اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین** نام نہاد و اللہ الھادی اِلی سبیل الرّشاد -

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نقل تمہید رفاہ المسلمین

مُقدّمہ

ہزاراں ہزار بلکہ بے حد بے شمار حمد و ثنا اُس خالقِ یزداں اور صانع باکمال کو جس نے اپنی قدرت ظاہرہ اور صنعتِ باہرہ سے انسان کو پانی سے بنایا اور اُن میں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ کو اپنا نائب اور رسول کر کے ساری مخلوقات کا سردار ٹھیرایا۔ پھر سب آدمیوں پر جمیع امورِ دینی و دُنیوی اور شادی و غمی میں اُس رسول مقبول کا اتباع فرض فرمایا۔ اور بشرطِ اتباع سُنّت اُس نائب برحق کے سب کو وعدہ وصول نعمائے بہشت بریں کا سُنایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِ الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ وَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ اٰمِیْنَ اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْن۔

بعد حمد اور صلوٰۃ کے بندۂ عاجز گنہگار شرمسار مغفرت کردگار کا اُمیدوار خادم علمائے ربّانی محمد سعد الدین عثمانی ساکن خطۂ ہمایوں مشہور بلدۂ بدایوں صانہا اللہ تعالےٰ عن البلاء و الطاعون عرض کرتا ہے کہ ۱۲۵۵ھ (ایک ہزار دو سو پچپن ہجریۂ مقدسہ) میں خاں صاحب والا تبار عالی شان محمد خاں زماں خاں منجھلے بیٹے خلاصہ دودمان عالی مکان حاتم دوراں فیض رسانِ عالمیاں محمد باز خاں مرحوم مغفور ساکن و زمیندار موضع بھیکن پور متعلقہ پرگنہ اترولی ضلع کول علیگڑھ کے بلدۂ طیبۂ دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں وارد ہوئے۔ اور پانچ اوپر تیس ۳۵ سوال بطور استفتاء بجناب مستطاب معلّی القاب ذو المجد و العلا عمدۂ محدثین و فقہا زبدۂ اہلِ کمال فضل و فقاد ۂ ماحیان جہل و ضلال مبطلِ شرک و بدعات مروّجِ سنن و مستحبات مولانا و

وبالفضل اولینا حمیدہ اخلاق ستودہ آفاق ابو سلیمان محمد اسحاق سلمہ اللہ تعالیٰ علی رؤس اہل الحق والاحقاق الیٰ یوم المساق (جو نواسے اور جانشین ملک العلماء والمحدثین فخر العباد والزاہدین شرف العقلاء واہل التمیز حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے ہیں) الکم گزرانے اور عرض کیا کہ اگر تمہاری توجہاتِ سامی اور عنایاتِ گرامی سے جواب باصواب اِن چند مسائل کا کتبِ فقہ واحادیثِ معتبرہ مستندہ سے معہ نقل عبارت کتبِ موصوفہ کے لکھا جاوے تو اُمید قوی اور توقع کامل ہے کہ ابنائے روزگار (جو اکثر اموراتِ شادی وغمی میں پابند رسوماتِ واہیہ اور بدعاتِ قبیحہ کے ہیں) اس پر مُطلع اور خبردار ہوکر راہِ راست سنتِ نبویہ پر آویں اور ہر امور میں حتی المقدور والامکان سُنتِ نبوی کا اتباع اختیار کریں اور رسوماتِ مخترعہ اہلِ شرک وبدعت سے محفوظ رہیں۔

بعد ازاں خاں صاحب معزی الیہ نے واسطے تحریر املائے جواب اسولہ مذکورہ کے فضائل وکمالات دستگاہ حقائق ومعارف آگاہ متبع سُنت رسول اللہ محترز از لوث خبائث شرک وگناہ حامی شرع محمد عربی سید ابو محمد عرف امین الدین احمد جالیسری کو خدمت جناب مولانا صاحب ممدوح میں معین فرمایا چونکہ جواب سوال سائلین کا بلحاظ ہدایت وارشاد سنت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام بذمہ علماء ربانیین بحکم آیہ کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ واجب اور متحتم ہے جناب مولانا ممدوح نے کہ سراپا مصروف ترویج سنت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشغوف امحائے بدعت کے ہیں باوجود لحوق عوارضِ جسمانی اور لصوق عوایق روحانی لکھنا جواب سوالات مذکورہ کا لازم جان کر مطابق سوالات سائل موصوف کے کتب معتبرہ سے تلاش فرماکر جواب ان کا ارشاد کیا۔ اور اُس خلاصہ کتب معتبرہ کو واسطے جمیع مسلمان اُمتِ محمدی کے ہر ایک شادی وماتم میں دستور العمل ٹھہرایا۔

بعد ازاں سید صاحب موصوف نے بموجب ایمائے جناب مولانا پانچ سوال معہ جواب اور ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ زیادہ کرکے بمسائلِ اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین موسوم کیا۔

چنانچہ بعد تحریر و تسوید کے خان ممدوح کے پاس ارسال فرمایا وہاں سے عرصۂ قلیل میں نقلیں اُس کی اطراف و جوانب کو پہونچیں حتیٰ کہ ایک نقل قصبہ سہسوان میں بھی آئی، وہاں کے اکثر صاحبوں کو اس کے لکھنے اور پڑھنے کا بدل و جان شوق ہوا اور اس کے مطالب پر مطلع ہو کر کمال ذوق اُٹھایا۔

چونکہ دریں ولا بماہ شوال سنہ حال یعنی ۱۲۵۶ھ بارہ سو چھپن ہجریہ مقدسہ میں ہمراہ رکاب سعادت مآب جناب مستطاب مخدومی استاذی برادر صاحب والا مناقب فیض رساں مستفیضاں واثق الاتقیاء ارشاد فرمائے مسترشداں راسخ الاعتقاد واقفِ اسرار کاشف استار سر حلقۂ علمائے روزگار سر آمد فضلائے اعصار شفیق محبانِ قدیم و جدید خلیق مسافرانِ قریب و بعید جناب مولانا عبد المجید زاد مجدہٗ دام دوامہٗ کے اس گنہگار قلیل البضاعتہ کے وارد ہونے کا اتفاق قصبۂ مذکورہ میں، ہوا اور جمیع دوستانِ صمیم اور محبانِ قدیم کی ملاقات محبت سمات سے حظ وافر اور عیش متکاثر اُٹھایا۔ اسی عرصے میں مخلص بے ریا محب یکتا سعادت منداز لی سید کرم نبی مشہور بہ پیرجی سلمہ اللہ تعالیٰ ساکن قصبہ مذکور نے بعض مضامین سوال و جواب مندرجہ رسالہ متبرکہ موسومتہ الصدر پر اس عاجز کو مطلع کر کے بیان کیا کہ ہم لوگ فارسی خواں فہمیدہ مطالب و مضامین عباراتِ عربیہ سے مطلق عاری ہیں اور یہ رسالہ عبارتِ عربی روایات کتبِ فقہ و احادیث سے مالا مال و مملو ہے۔ اگر اس کی عربی کا بھی ترجمہ بزبانِ فارسی لکھا جاوے تو بوجہ احسن سمجھ میں آوے۔ پس اس عاصی بانواع المعاصی نے یہ بات بہتر جان کر اُن کے پاس سے وہ رسالہ لے کر نقل کیا۔ اور نقل کرایا اور اُس کی عربی کو فارسی زبان میں لکھنے کا ارادہ کیا۔ بعد اس کے خیال میں گزرا کہ جیسا فارسی خواں فہمیدہ معانی عباراتِ عربیہ سے عاری ہیں ویسا ہی جو لوگ کہ جاہل محض اور مُطلق اَن پڑھے ہیں وہ تو فارسی اور عربی دونوں کے سمجھنے سے محروم ہیں۔ پس اگر سارا رسالہ یعنی اُس کی عربی اور فارسی سب اُردو زبان میں لکھا جاوے تو نہایت خوب اور بہت بہتر و مرغوب ہے کہ ہر خاص و عام خواندہ و ناخواندہ کو فائدہ برابر پہونچے اور بغیر سمجھائے سمجھ میں آوے۔

چنانچہ اسی لحاظ سے از اوّل تا آخر اُردو زبان میں بعبارتِ سہل وسلیس اُس کا ترجمہ لکھا اور حتی الوسع ایراد لغت غیر مانوس اور نامشہور سے احتراز کیا۔ اور ترجمہ ہندی میں مطابقت عربی و فارسی کا لحاظ نہ رکھا یعنی جہاں فارسی یا عربی کے معنی کو مقدم ہونا مناسب دیکھا وہاں مقدم اور جہاں مؤخر ہونا بہتر جانا وہاں مؤخر کر دیا تاکہ بخوبی سمجھ میں آوے۔ بلکہ بعض سوال کو بلحاظ مناسب اور ترتیب ہم دگر بعض سے قبل اور بعض سے بعد مقدم و مؤخر کر دیا[1]۔ لیکن کوئی سوال اور کسی کا کچھ مضمون و مطلب اصلا فروگذاشت نہ کیا۔ بلکہ بعض مقام میں جو اجمال و اختصار تھا وہاں **تفصیل** تمام بیان کیا اور بعض جگہ بحد نظر زیادتِ قوت اور تائید جواب کے اور بھی **دینی** کتب معتبرہ کی روایات کا ترجمہ زیادہ کیا اور اُس کی پہچان کے واسطے کہیں لفظ **تفصیل** کا کہیں لفظ **تنبیہہ** کا یا **تائید** کا سُرخی سے یا روشنائی کے پُر قلم سے لکھا اور اُس کے آخر لفظ **فقط** کا تحریر کر کے پھر اصل کتاب کا ترجمہ شروع کیا۔ اور نام اُس کا **رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین** رکھا۔ اللہ تعالے اس کو منظورِ نظر جملہ انام اور مقبول خاطر خاص و عام کا کر کے اور مجکو اور سب مسلمانوں کو اس کے مطالب و مضامین پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوفِیقِ وَ بِیَدِہٖ ازِمَّۃُ التَّحقِیقِ۔ چونکہ خلاصہ اس رسالۂ متبرکہ کے دیباچہ کا اس شرح کے دیباچہ میں یہاں تک بطور اختصار مذکور ہو گیا۔ اس واسطے اب اس کے مقدمہ سے ترجمہ شروع کیا گیا۔

---

[1] مثلاً مسئلہ نشان ۵ متعلق عقیقہ ہے۔ تو اُسی کے ساتھ مسئلہ نشان ۱۰ ملحق کر دیا ہے جس میں چھوٹے بچوں کو زیور اور ریشمی کپڑے پہنانے کا ذکر ہے ۱۲ محمد مقتدیٰ خاں شروانی

نمونۂ عبارتِ خاتمۂ رفاہ المسلمین

الحمد للہ والمنتہ کہ امروز تاریخ ستائیویں ۲۷ شہر ذی الحجہ سنہ ایک ہزار دو سو چھپن (۱۲۵۶ھ) ہجری قدسی میں اس بندۂ عاصی خادم المومنین الموحدین محمد سعد الدین کو اقامہ اللہ تعالیٰ علیٰ طریق سنتہ سید المرسلین محمدن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ترجمہ اور شرح رسالہ متبرکہ موسومہ بہ مسائل اربعین فی بیانِ سنتہ سید المرسلین سے مع دیگر فوائد اور لوازم آں فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مجکو اور جمیع مومنین اور مومنات کو اس کے مطالب کے یاد کرنے کا شوق اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرماوے۔ اور اس رسالۂ مختصرہ مجموعۂ فوائدِ موجزہ کو میرے واسطے دُنیا کی ذلت اور خواری سے بچنے کا وسیلہ اور عقبیٰ کے عذاب اور عقاب سے خلاص ہونے کا ذریعہ کرے۔ کیوں کہ غرض اس عاصی کی اس رسالۂ نادرہ کو بزبانِ اُردو بیان کر دینے سے یہی ہے کہ ہر ایک ناواقف اس کے مضامین پر واقف ہو کر خدا کا خوف کرے اور جمیع مراسمِ شادی اور غمی میں موافق احکام شریعت غرا اور مطابق سنت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے عمل کرتا رہے اور بدعات اور منہیات سے بچ کر اسرافِ بیجا اور زیر باری اور قرض داری سے رفاہ پاوے اور جبکہ اس پر عمل کرنے کے سبب سے دنیا اور آخرت کی زیر باری اور عذاب سے رفاہ حاصل ہونا ضروری ہے اسی واسطے اس کا نام رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین رکھا ہے۔ مجیبُ الداعین یا ارحم الراحمین لطفیل جناب سرورِ عالم فخرِ بنی آدم علیہ صلوٰت المصلّین واکمل تسلیمات المسلمین مجکو اور سب مسلمانوں کو کفر اور معصیت اور شرک اور بدعت سے محفوظ رکھے! اور جمیع فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات میں ساتھ اتباعِ سنت کے احیائے بدعت نصیب کر آمین الٰہی ثم آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؕ وَصَلِّ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

نمونۂ ترجمۂ ہر دو کتب بالمقابل

رفاہ المسلمین

تیسرا سوال۔ لڑکا پیدا ہونے کے بعد دستور ہی کہ حجام وغیرہ اُس لڑکے کے باپ وغیرہ قریبوں کے پاس جاکر مبارک باد کہتے ہیں۔ وہ مبارک باد کے عوض میں حجام وغیرہ کو کچھ کپڑا یا نقدی دیتے ہیں، یہ دستور دُرست ہی یا نہیں۔

جواب۔ ظاہر النقد اور کپڑا یا کچھ اور حجام کو مبارکبادی کے بدلے میں دینا جائز ہے۔ اس واسطے کہ خوشی کے وقت خوش خبر پہونچانے والے کو بطریقِ انعام کچھ دینا صحابہؓ سے ثابت ہی۔ صحیح بخاری وغیرہ میں لکھا ہی کہ جس وقت کسی شخص نے کعب بن مالک صحابی کو ان کی توبہ قبول ہونے کی خوش خبری پہنچائی تو انھوں نے ایک کپڑا خاص اپنا پہنا ہوا اُس مبشر کو انعام میں دیا۔ لیکن شرع شریف سے یہ ثابت نہیں کہ ایسے وقت میں دینے لینے کو دستور اور دست آویز پکڑ کر خوش خبری دینے والا کسی سے دعویٰ کرے اور اپنا حق اور معمول جان کر زور سے لے اس واسطے کہ ایسا دینا تبرع اور احسان کی قسم سے ہی۔ اور

تحفۃ المسلمین

تیسرا مسئلہ۔ لڑکا پیدا ہونے کے بعد دستور ہی کہ حجام اُس لڑکے کے اقربا کو مبارک باد دیتا ہی۔ اور وہ اُس کو کچھ کپڑا یا نقد اُس کے عوض میں دیتے ہیں۔ یہ دستور جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ ظاہر میں یہ دینا جائز معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ صحابہؓ سے خوشی سُنانے والے کو انعام دینا ثابت ہے۔ چنانچہ کعب بن مالک کی جب توبہ قبول ہوئی تو اُنھوں نے اُس کو جس نے توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی، اپنے خاص کپڑے دئے تھے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ قصہ موجود ہے۔ لیکن اُس خوشی سنانے والے کا اس پر جس کو خوشی سُنائے کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا ہے کہ زمانے کا دستور اپنی دست آویز ٹھیرا کر لڑ جھگڑ کر لیوے۔ یہ بات شرع میں ثابت نہیں بلکہ ایسے وقت کچھ دینا تبرع اور احسان ہی اور احسان میں کچھ جبر اور زبردستی نہیں۔ چنانچہ ولا جَبْرَ عَلَی الْمُتَبَرِّعِ فقہ میں موجود ہے۔ اور

رفاہ المسلمین	تحفۃ المسلمین
کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ تبرع اور احسان پر کسی کو جبر نہیں درست۔ اور یہ جو اکثر لوگ حجام وغیرہ ہری گھاس کا پونڈا دے کر مبارک باد دیتے ہیں یہ رسم ہندوستان کے کفار کی ہے۔ پس اس طرح خوشخبری اور مبارک بادی پہونچانا او اُن کے عوض میں کوئی چیز بطریق انعام اُن کو دینا درست نہیں۔ چاہئے کہ ایسے وقت میں حجام وغیرہ کو توبیخ و زجر کریں نہ کہ انعام و اجر دیں۔	جو اُس وقت کوئی گھاس وغیرہ سبز چیز سامنے لاکر مبارک باد دے جیسا کفار ہند کی رسم ہے تو اس صورت میں اُس کو تنبیہ و زجر چاہئے نہ انعام و اجر۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

رفاہ المسلمین مسائل اربعین کے ترجمہ سے زیادہ اس کی شرح ہے جیسا کہ مترجم نے خود س کا نام "رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین" رکھا ہے۔ بہت کم ایسے سئلے ہیں کہ جن کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ فاضل مترجم نے اکثر مسائل کے ترجمہ کے ساتھ ضمون کی تائید میں جتنی آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبویہ، فقہی کتب سے مواد یا جہاں کہیں سے ترجم کو مسئلہ کی تائید میں کوئی روایت یا مضمون ملا ہے اس کو ترجمہ کے ساتھ درج کر دیا ہے ور اس تائیدی عبارت کا عنوان کہیں تفصیل کہیں تنبیہہ کہیں تائید اور کہیں فائدہ لکھا ہے جیسا کہ ترجم نے تمہید میں خود لکھا ہے۔ اِس سے فاضل مترجم کی عالمانہ فضیلت، طرزِ استدلال ور وسعتِ مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثال کے لئے مسئلہ رفاہ المسلمین سے نقل کیا جاتا ہے کہ س طرح مترجم نے درمیان میں تائیدی عبارات کو پیوست کیا ہے۔

پہلا سوال۔ اُن چالیس سوالوں میں یہ ہے کہ وقتِ تولد فرزند کے اس کے دونوں ان میں اذان اور اقامت کہنا واجب ہے یا سنت یا مستحب۔ اور اس لڑکے کا نام محمد یا

احمد رکھنا کیسا ہے۔

جواب۔ فرزند نو تولد کے کانوں میں اذان و اقامت کہنا پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ثابت ہے۔ صحیح ترمذی اور سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی۔ اور مفتاح النجات میں تصریح لکھا ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے تولد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سیدھے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت۔ یعنی اُلٹے کان میں بعد حی علی الفلاح کے قد قامت الصلوٰۃ بھی کہا۔ اور سیوطی نے جامع صغیر میں مسند ابو یعلیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کسی کے لڑکا پیدا ہو پھر اُس کے سیدھے کان میں اذان اور اُلٹے کان میں اقامت کہی جاوے تو اُس لڑکے کو مرض اُم الصبیان کا ضرر نہ کرے۔"

اور رزین کی روایت میں سورۂ اخلاص کا پڑھنا بھی آیا ہے اور اُس اذان و اقامت کے کہنے میں طریق مسنون یہ ہے کہ اول لڑکے کو غسل دے کر پاک اور صاف سفید کپڑے میں لے کر اُس کا کوئی بزرگ اُس کے سیدھے کان میں اذان اور اُلٹے میں اقامت کہے اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت اپنا منہ دونوں طرف پھیرے جیسے نماز کی اذان میں پھیرتے ہیں۔ چنانچہ کنز العباد میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ **تائید** اور شرعۃ الاسلام میں منقول ہے کہ جب اُلٹے کان میں اقامت کہہ چکے تو یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ بَرًّا تَقِيًّا وَّاَنْبِتْهُ فِی الْاِسْلَامِ نَبَاتًا حَسَنًا اور اِس دُعا کی کثرت کرے اعیذہ باللہ الصمد من شر حاسد اذا حسد اور روضہ میں شرح مشکوٰۃ اور شرح سفر السعادۃ سے لکھا ہو کہ فرزند نو تولد کے کان میں یہ آیت بھی کہنا مستحب ہے اگرچہ لڑکا ہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ **قولہ** اور چھوارا یا کوئی اور میٹھی چیز چاب کر یا پیس کر

اُس کے تالو میں ملنا مستحب ہے لیکن چھوارا افضل ہے۔ مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تو اُس کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پر نور میں لاتے، آپ اُس کو برکت کی دُعا فرماتے اور چھوارا چاب کر اُس کے تالو میں ملتے۔ تائید جامع مشتی میں مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت ولادت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چھوارا دہن مبارک سے چاب کر اُس کے تالو میں ملا۔ پس سب چیز سے پہلے ان کے پیٹ میں لعاب دہن مبارک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہونچا انتہی یعنی جامع مشتی کا مضمون تمام ہوا اور عینی شرح بخاری میں تحنیک کے مقدمہ میں یوں لکھا ہے کہ جب لڑکا پیدا ہو تو اُس کو کسی مرد صالح کے پاس لے جاویں اور وہ مرد چھوارا چاب کر اُس کے تالو میں ملے کہ مستحب ہے اور سب چیز سے بہتر تمر ہے یعنی خرمائے خشک بعد اس کے رطب یعنی خرمائے تر بعد اس کے شہد اور جو یہ چیزیں میسّر نہ ہوں تو اور چیز میٹھی جس کو اثر آگ کا نہ پہونچا ہو وہ ملے۔ **قولہ** "اور لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہی۔ صحیح بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابی داؤد میں منقول ہی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو یعنی ابراہیم اسمٰعیل موسیٰ عیسیٰ مثلاً اور طبرانی نے جامع کبیر میں اور عدی نے کامل میں بیان کیا کہ عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اُس نے اُن میں سے ایک کا بھی نام محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت و برکت سے محروم رہا۔"

تائید مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمٰن سب ناموں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ سب ناموں میں بہتر وہ نام ہے جو مشتق حمد سے ہو اور وہ نام جو منسوب بہ عبدیت ہو یعنی محمد احمد حامد محمود اور عبد اللہ اور عبد الرحمٰن عبد الکریم عبد الرحیم وغیرہ علیٰ ہذا القیاس اور سنن نسائی اور ابی داؤد میں وہب جشمی سے منقول ہی کہ آں حضرت

نوٹ۔ مندرجہ بالا نمونہ کی عبارت میں تحنیک کا مسئلہ مسئلہ ۲ کا ایک جز ہی جو مسئلہ ۱ میں شامل کر لیا گیا ہی۔ ۱۲ شروانی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے لڑکوں کا نام انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھو۔

تنبیہہ احیاءُ العلوم میں لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے نام پر رکھا ہو تو کسی کو جائز اور دُرست نہیں کہ اُس لڑکے پر لعنت کرے یا گالی دے یا چھوٹا نام حقارت سے زبان پر لاوے لیکن اگر بلحاظ تادیب و تنبیہہ کچھ الفاظ سخت و سُست کہنا ضرور ہو تو اس کے روبرو اس طرح کہے کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے نام لے کر بُرا اور زبُوں نہ کہے کہ فلانا ایسا اور ویسا ہے اور جس لڑکے کا نام محمدؐ ہو اس کی تعظیم و تکریم کرنا چاہیئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمدؐ رکھو تو اُس کی تعظیم کیا کرو۔ فقط

بعض مسئلے ایسے ہیں جن میں ایک سے زیادہ باتوں کا بیان ہے یہاں صاحبِ رفاہ المسلمین نے ان میں سے بعض چیزوں کا ترجمہ پہلے کیا ہے اس طرح مقدّم کو موخر کر دیا ہے۔ اور بعض مسائل کے ساتھ یہ کیا ہے کہ اس کا ایک جزکسی دوسرے مسئلہ کے ساتھ بیان کر دیا ہے جیسا کہ مسئلہ ۱ میں بچّہ کے کان میں اذان واقامت اور نام رکھنے کی بحث کے ساتھ تحنیک کا بیان بھی کر دیا ہے۔ حال آں کہ تحنیک کا بیان مسئلہ ۲ کے ساتھ تھا۔ صاحبِ رفاہ المسلمین نے اگر دیکھا کہ تائیدی مضمون بہت طویل ہو گیا ہے تو اکثر تائیدی مضمون حاشیہ میں بھی درج کر دیا ہے اور اُس کا عنوان فائدہ وغیرہ رکھا ہے۔

رفاہ المسلمین (مترجمہ مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی) اور تحفتہ المسلمین (مترجمہ مولوی محمد نظام شاہ جہاں پوری) کے مقابلہ سے بعض ایسے بدیہی داخلی شواہد ملتے ہیں جس سے یہ بات یقینی کہی جا سکتی ہے کہ مولوی محمد نظام شاہ جہاں پوری کے پیشِ نظر ترجمہ کے وقت رفاہ المسلمین کا ترجمہ ضرور رہا ہے۔ دونوں ترجموں کے اُردو ناموں میں لفظ مسلمین موجود ہے۔ بعض عبارتوں کو صاحبِ رفاہ المسلمین نے ترجمہ کے ساتھ بعنوان تفصیل یا فائدہ درج کیا ہے وہی عبارتیں تحفتہ المسلمین میں حاشیے میں ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ تحفتہ المسلمین کی تمہید بھی اس کی غمازی کرتی ہے۔

تحفۃ المسلمین کے تمام مسائل کا ترجمہ نہایت صاف ہے۔ صرف مسئلہ ۱۱ کا ترجمہ نہایت گنجلک اور غیر مربوط ہے۔ لہٰذا اصل فارسی اور ہر دو تراجم تحفۃ المسلمین و رفاہ المسلمین کے نقل کئے جاتے ہیں۔

اصل فارسی مسئلہ ۱۱۔ دستور است کہ جہت مقرر ساختن یوم نکاح نقد و پارچہ از خانۂ عروس بدست حجام و باد فروش بقید تاریخ و یوم نکاح بخانۂ نوشہ می رود عوض آں نقد وغیرہ بحجام و باد فروش از خانۂ نوشہ می دہند جائز است یا نہ۔ جواب۔ اگر چیزے از خانۂ نوشہ لبطریق انعام حجام و باد فروش را بدہند جائز است لیکن حجام و باد فروش را بدست آویز دستور جبر و اکراہ برگرفتن آں نمی رسد چرا کہ دادن انعام وقت سرور از قسم تبرعات است وَلَا جَبْرَ فِی التَّبَرُّعَاتِ کَمَا مَرَّ فِی الْمَسْئَلَۃِ الثَّالِثَۃِ مِنْ خُلَاصَۃِ کُتُبِ الْفِقْہِ۔

تحفۃ المسلمین۔ دستور ہے کہ قبل نکاح دُلہن کے گھر سے کچھ نقد کپڑا وغیرہ دولہا کے گھر بھجواتے ہیں اور حجام اور بھاٹ وغیرہ اس کے لے جانے والے کو کچھ انعام دیا کرتے ہیں اس کا کیا حال ہے جائز ہے یا ناجائز۔ جواب۔ اس سوال کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ ایسے امور میں رسم کا لحاظ کرے اور عمل میں لاوے اور بغیر لازم کئے کرلے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ اور لے جانے والے کو دینا دو حال سے خالی نہیں یا اُس کی مزدوری میں دے تو وہ جدی بات ہے اس میں کلام نہیں یا احسان کی راہ سے دے تو اس میں اُس کو جھگڑنا نہیں پہونچتا کہ جھنجھٹ کر کے زیادہ مانگے کیونکہ تبرع اور احسان پر جبر درست نہیں چنانچہ اس کا حال تیسرے مسئلہ میں گزر چکا۔

رفاہ المسلمین سوال ۱۱۔ دستور ہے کہ نکاح کا دن مقرر کرنے کو دلہن کی طرف سے دولہ کے گھر کو حجام اور بھاٹ کے ہاتھ کپڑے بھیجے جاتے ہیں۔ اس کے عوض میں حجام اور بھاٹ کو دولہ کی طرف سے کچھ نقد یا جنس دیا کرتے ہیں یہ دینا درست ہے

یا نہیں۔ **جواب**۔ اگر دولہا کی طرف سے بطریق انعام کچھ چیز حجام یا بھاٹ کو دیں تو جائز ہے واجب اور ضرور نہیں یعنی دینے والے مختار ہیں چاہیں دیں چاہیں نہ دیں اگر نہ دیں کسی کو زور اور جبر نہیں پہونچتا کہ یہ تو ہمارا نیگ اور دستور ہے یا ہمارا حق ہے اس واسطے کہ خوشی کے وقت کچھ انعام دینا تبرع اور احسان کی اقسام سے ہے اور احسان پر کسی کو جبر اور زور نہیں پہونچتا کہ اس کو دستاویز اور دستور پکڑے چنانچہ تیسرے سوال کے جواب میں بھی اس کا بیان ہو چکا۔

نوٹ ١۔ مسائل اربعین کا اصل فارسی نسخہ جو مقابلے کے وقت پیش نظر رہا ہے وہ ١٣٢٨ھ کا مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی ہے۔

٢۔ رفاہ المسلمین کا جو نسخہ اس وقت سامنے ہے وہ ١٣٠٠ھ کا مطبوعہ ہے اور مطبع جوہر ہند دہلی میں باہتمام بے نرائن طبع ہوا ہے۔ (یہ یقینی بات ہے کہ رفاہ المسلمین کی یہ اشاعت اول نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی شائع ہوا ہے)۔

٣۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب (سکرٹری انجمن ترقی اردو حال پاکستان) کے کتب خانۂ خاص میں رفاہ المسلمین کا ایک نسخہ ہے جو مطبع قیومی واقع کانپور میں بماہ جمادی الثانی ١٣٣٢ھ ہجری بار دوم طبع ہوا ہے۔

مسائل اربعین فی سنتہ سید المرسلین

یہ اردو ترجمہ مطبع حسینی بمبئی سے قاضی ابراہیم پلندری نے ۱۲۸۹ھ میں شائع کیا۔ ترجمہ کی تصحیح کے فرائض مولوی جلال الدین نے انجام دئے۔ مگر مترجم کا نام نہیں لکھا ہے صفحہ اول سرورق حرف بحرف نقل ہے

الحمد للہ کہ بحسن توفیق کارساز دو جہاں زینت بخش زمین و آسماں کے یہ نسخہ متبرکہ سعادت آگیں ہدایت تزئیں دستور العمل صالحین مسمّٰے بہ

مسائل اربعین

فی سُنّتہ

سیّد المرسلین

کو ساتھ زیور تصحیح جناب مولوی جلال الدین صاحب کے آراستہ کرواکے بندہ درگاہِ کریم قاضی ابراہیم ابن حاجی الحرمین الشریفین جناب قاضی نور محمد صاحب پلندری نے ۱۲۸۹ھ ہجری کو معمورۂ بندر بمبئی کے مطبع حسینی جدید میں چھپوا کر جلوہ نما خلائق کیا

کتاب کا سائز ۲۶×۲۰ ہے۔ مسائل اربعین کا ترجمہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں

اکیس سطریں ہیں۔ تمام مسائل کی ترتیب اصل فارسی نسخہ کے مطابق ہے۔ مترجم نے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے! اور اپنی طرف سے (مثل صاحب رفاہ المسلمین) مزید مواد کا اضافہ نہیں کیا ہے کتاب کی زبان قدیم اُردو ہے۔ ترجمہ میں سلاست و روانی نہیں ہے۔

خاتمہ کی عبارت میں صرف وہی عبارت زائد ہے جو تحفۃ المسلمین میں زائد ہے! اور وہ عبارت یہ ہے:-

"چنانچہ ابن ابی الدنیا کی کتاب میں جو حدیث مرسل حسن بصریؒ نے روایت کی حضرت علی مرتضیٰؓ سے غیبت کے بیان میں لکھی ہے۔ ثلثۃ لا یحرم علیک اعراضھم المجاھر بالفسق والامام الجائر والمبتدع یعنی تین شخص ہیں کہ اُن سے سر پھرا لینا تجھ پر حرام نہیں۔ ظاہر جو بدکام کرتا ہے اور امام جو ظلم جائز رکھتا ہے اور بدعت کرنے والا اور ریاض الصالحین وغیرہ میں غیبت کرنی ان تین آدمیوں سے زیادہ اوروں کی بھی جائز رکھا ہے۔"

مسئلہ ۱۱ کا ترجمہ مقابلہ کے لئے درج ذیل ہے:-

"گیارھواں مسئلہ۔ دستور ہے کہ نکاح کا دن مقرر کرنے کے واسطے کچھ نقد اور کپڑے دُلہن کے گھر سے نوشہ کے گھر حجام یا بھاٹ کے ہاتھ بھیجتے ہیں اور اس کے عوض بطریق انعام کے وے لوگ بھی کچھ حجام کو دیتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔ **جواب**۔ اگر نوشہ کے گھر سے حجام اور بادفروش یعنی بھاٹ کو بطریق انعام کے کچھ دیویں تو جائز ہے لیکن حجام اور بھاٹ اس دستور کو اپنی دستاویز کر کے اس کے لینے میں کچھ جبر اور اکراہ نہیں کر سکتا ہے کس واسطے کہ انعام دینا خوشی کے وقت تبرعات یعنی رعایت اور سلوک کی قسم سے ہے ولا جبر فی التبرعات کما مر فی المسئلۃ الثالثۃ من خلاصۃ کتب الفقہ زبردستی نہیں سلوک کرنے میں جیسا تیسرے مسئلہ میں گزرا۔

(نمونہ ترجمہ تحفۃ المسلمین صفحہ ۲۶ پر ہے۔ شروانی)

کتاب کے آخر میں بطور تتمہ کچھ سوالات معہ جوابات ردِّ مراسم و بدعات میں درج ہیں۔

ہر سوال کے بعد جواب درج ہے۔ اور آغاز یوں ہوا ہے:۔

"یہ وے سوالات ہیں جن کو مولوی سراج الدین نے درست کر کے علمائے مدرسہ کلکتہ وغیرہ کے دستخط اُن پر کروائے تھے۔ اب اُن کو حاجی سید عبداللہ صاحب غفراللہ ولوالدیہ نے ہندی عبارت میں عوام لوگوں کی سمجھ کے لئے ترجمہ کر کے چھپوائے ہیں۔"

ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ ناقص الآخر ہے لہٰذا یہ نہیں معلوم کہ کتنے سوال اس نوع کے معہ جوابات کتاب میں شامل کئے گئے۔ آخری سوال کا نمبر ۲۰ ہے اس کے بعد کتاب کے مزید اوراق غائب ہیں۔ البتہ کتاب ۱۰۲ صفحہ پر ختم ہونی ثابت ہوتی ہے۔

شروع میں ایک طویل عبارت ہے جو سات سوالات پر مشتمل ہے۔ سوالات یکجا دیے گئے ہیں اور جوابات علیحدہ علیحدہ دئے گئے ہیں۔ جوابات کی روشنی میں سوالات پر نمبر ڈال دئے گئے ہیں ورنہ کتاب میں اصل عبارت پر نمبر نہیں پڑے ہیں:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دار رحمت کرے اللہ تم پر اس مقدمہ میں کہ (۱) بناتے ہیں یہاں کے لوگ آستانے اور قبریں اور تعزئے اور شہدائے امام حسن اور امام حسین رضؓ کے نام پر یا دوسرے بزرگوں اور صلحاء اور اولیاء اور شہدا مثل شاہ مدار اور سلطان بایزید پیر اور بدر صاحب اور بڑے پیر اور شہید پیر اور غازی پیر اور مانک پیر وغیرہ کے نام پر کہ عوام کالانعام میں یہ مشہور اور مروج ہو رہا ہے اور (۲) جانے میں اس مقام کے اور زیارت کرنے میں (۳) اور لے جانے میں کھانے پینے کی چیزوں کے اس جگہ مثلاً کھچڑی اور پلاؤ اور ملیدہ اور شربت اور گلاب اور مٹھائی اور پان کی گلوریاں اور گوشت و کباب اور روپیہ پیسہ وغیرہ تقرب اور تعظیم کی رو سے ان جھوٹی درگاہوں اور آستانوں اور قبروں کے پاس اور (۴) اپنی حاجتوں اور مرادوں کو مانگتے ہیں مثلاً لڑکا ہونے اور بیماری دور ہونے اور روزی کی فراغت حاصل ہونے اور دُکھ درد کے دور ہونے اور مشکل اور سختی کے دفع ہونے اور آفتوں اور بلاؤں کے دور ہونے میں اور اسی طرح کی اور حاجتیں جو دین اور دُنیا سے

علاقہ رکھتی ہیں یہ فلانا کام یا حاجت برآوے تو میں تمہارے آستانے یا درگاہ یا قبر وغیرہ پر بکری یا مُرغ یا اتنی مٹھائی یا اتنے روپے یا رُوٹی حلوا یا چادر یا ملیدہ وغیرہ چڑھاؤں گا۔ اور عاجزی اور منت اور خوشامد سے اپنے مطلبوں کو وہاں بیان کرنا اور (۶) سجدہ کرنا اور تعظیم وتکریم کرنی اور (۷) مرثیے پڑھنے اور رونا اور چھاتی کوٹنا اس مقام میں درست ہی یا نہیں (۸) غیر اللہ کے نام کا جانور یا کھانا وغیرہ مقرر کرنا (۹) انبیا، اولیا، شہدا، امام اور نیک کاروں کی رُوح کو حاظر ناظر جاننا (۱۰) جانور غیر اللہ مثلاً ولی، پیر اور شہید کے نام پر چھوڑنا اور پھر ذبح کے وقت حسب عادت اللہ کا نام لینا (۱۱) مروجہ فاتحہ (۱۲) مُردوں کو خواہ نبی ہوں یا ولی مختار و کارگزار جاننا (۱۳) عقد نکاح کی مروجہ غیر مشروع رسمیں مثلاً ڈھول، طبلہ، تاشہ، جھانجھ، کنگنا، سہرا، مقنعہ، مھندی، ناچ، روشنی، آتشبازی وغیرہ وغیرہ (۱۴) اگر کوئی غنی شخص اللہ کی نذر مانے تو کیا وہ نذر کی چیز خود کھا سکتا ہے (۱۵) قرآن پڑھ کر اُجرت لینی درست ہے یا نہیں (۱۶) قرآن شریف کا پڑھانے والا مختتانہ لے سکتا ہے یا نہیں (۱۷) بدنی، مالی عبادت کا ایصال ثواب مُردوں کو بخشنا درست ہے یا نہیں (۱۸) ثواب پہونچانے کا طریقہ کیا ہے (۱۹) برہمن جادوگر اور رمال کی غیب کی خبروں کو صحیح جاننا کیسا ہی (۲۰) دوسری بار بیعت کرنی پیر کے جیتے یا مرنے کے بعد کیسی ہے۔

نوٹ :۔ صفحہ ۸۰ سے اس صفحہ ۱۰۳ تک نمونے اور مختصر حالات دوسرے دو ترجموں کے تمام ہوئے۔

محمد مقتدی خاں شروانی

تاریخِ طبعِ ثالث

چھپ گئی یہ کتاب تیسری بار ہو گئی جب کہ مرضیِ مولا
اُس کی قسمت ہے رشک کے قابل جس نے پڑھ پڑھ کے اس سے کام لیا
ہیں اوامر بھی اور نواہی بھی ہے یہ شمعِ ہدایتِ عُقبا
دے عمل کی خدا اُنھیں توفیق ہاتھ میں آئے جن کے یہ نسخا
پشت در پشت، نسل اندر نسل سب ہے "منجھلے میوں" کا یہ صدقا
مقتدیٰ خاں مدیر و ناشر ہیں دے اُنھیں بھی خدا جزیل جزا

کہو میناؔ کہ چھپ گئی ہے یہ
تحفۃُ المسلمین، شکرِ خدا

۱۸۷۹

۸۰ + ۱۸۷۹ = ۱۹۵۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑھنا ضرور آہ! یہ پس گوئی نام کی[1]
خونِ جگر سے لکھی ہے اک چیز کام کی

یہ کتاب طبع اوّل (سنہ ۱۲۶۶ھ) کے بعد دوسری مرتبہ (سنہ ۱۳۶۲ھ) میں (ستانوے ۹۷ سال بعد) چھپی تھی۔ مگر الحمد للہ کہ اب طبع ثانی کے پندرہ ۱۵ ہی برس بعد اس کے تیسری بار چھپنے کی نوبت آرہی ہے۔ اور یہ محض مولوی حاجی ریاض الرحمن خاں شروانی ایم۔ اے (علیگ) فاضل مصر، اُستاد شعبۂ عربی و اسلامیات مسلم یونیورسٹی کی دلی تحریک اور اُن کے والد بزرگوار مولوی حاجی عبید الرحمن خاں شروانی خازن مسلم یونیورسٹی کی فوری و تاکیدی تائید کا مبارک نتیجہ ہے۔ فتقبّل اللہُ منھما وجزاھما اللہُ خیرًا۔

اس طبع ثالث کے دَوران میں مولوی محمد ایّوب صاحب بی اے بدایونی نزیل کراچی کے ذریعہ سے اصل کتاب (مسائل اربعین) کے دو۲ اور ترجموں کا حال معلوم ہوا۔ ایک موسومہ رفاہُ المسلمین جو اصل کی تالیف سے دوسرے ہی سال بعد (سنہ ۱۲۵۶ھ) کا ہے۔ اور ترجمہ زیر طبع ثالث (تحفۃُ المسلمین مترجمہ سنہ ۱۲۶۰ھ) سے چار سال پہلے کا ہے۔ دوسرا ترجمہ بہت مؤخر (تینتیس ۳۳ سال بعد سنہ ۱۲۸۹ھ کا) ہے۔ اور نام اس دوسرے ترجمہ کا بلفظہٖ اصل کتاب کا (مسائل اربعین فی سُنّتہ سیّد المرسلین) ہے۔

[1] حافظ رحمہ فرماید ؎
غم نامۂ حافظ را ناخواندہ مکن پارہ
بےجا رقم کردہ است از خونِ جگر چیزے

صاحبِ ذوق اربابِ علم کی دلچسپی کے لئے ہم نے اُن دونوں ترجموں کے نمونے بھی (محض مشتے از خروارے) پیش کر دینے مناسب سمجھے ہیں۔ اور خصوصاً اس لئے کہ جو اہلِ دین و ایمان ان مسائل سے مستفید ہوں، وہ اُن مخلصین کو بھی دُعائے خیر میں یاد رکھیں۔

نیز تبرّکاً اصل کتاب مسائل اربعین فی سُنّۃِ سیّدِ المرسلین کی تمہید کی اصل فارسی عبارت بھی نقل کر دی ہے۔ ان تینوں ترجموں کی تمہیدی عبارتوں سے پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ اصل کتاب نے تالیف کے مابعد کس قدر مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ ترجموں سے پہلے اس کی کتنی نقلیں اور نقلیں در نقلیں ہوئیں۔ اور پھر وہی سال کے اندر فارسی سے اردو ترجمہ کی ضرورت محسوس ہو گئی۔ حال آں کہ اس وقت فارسی زبان کا بھی معتد بہ رواج تھا۔ مگر فارسی سے اردو میں ترجمہ ہو کر اس کے نفع کا عام سے عام تر ہونا گویا اُس کا نقطۂ معراج تھا۔

اور یہ حاجی محمد باز خاں کے بیٹے حاجی محمد خان زماں کی نیک نیت اور خیر خواہی مسلمین خلق اللہ کی قبولیت کا قطعی ثبوت ہے۔ فجزاہُ اللّٰہ خیراً عنّا وعن سائرِ المسلمینَ والمؤمنینَ اِلیٰ یومِ الدّین۔ اٰمینَ ثمّ اٰمینَ۔

ساتھ ہی مولوی محمد نظام صاحب شاہجہاں پوری کے ترجمہ کی مقبولیت کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اگرچہ اس سے چار سال پہلے ایک ترجمہ ہو چکا تھا۔ اور تینتیس ۳۳ سال پہلے ایک اور ترجمہ ہوا۔ مگر اب (۱۲۸۳ھ) سے پہلے ان دونوں کا علم عام نہ ہوا۔ بہر حال خداوند تعالیٰ دانائے غیوب و واقف القلوب سے سب کے لئے جزائے جزیل کی اُمید ہے۔

میں نے یہ بھی مناسب سمجھا ہے کہ جن جن بندگانِ خدا کا شروع (تالیف) سے اس اشاعت تک ہاتھ رہا ہے اُن کا بھی مختصر حال یک جا کر دوں۔ تاکہ بیک نظر اس پر

اطلاع حاصل ہو۔ اور بیک وقت و بیک زبان ان کے لئے دُعائے خیر ہو۔ واللہ ھُوالولی التوفیق وَھُوخیرالرفیق۔

حاجی محمد باز خاں۔ یہ خاندان بھیکم پور و دادوں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ پیدائش سنہ ۱۷۵۵ء وفات سنہ ۱۸۳۰ء۔ یہ زمانہ ہندوستان خصوصاً اس صوبہ اور سب سے زیادہ اس نواح میں طوائف الملوکی کا تھا۔ اور شروانیوں کی اس شاخ کا مستقر موضع بھموری بزرگ یا کلاں تھا جو بھیکم پور سے جانب جنوب تقریباً دُو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے اور جس پر جاٹوں کی اس درجہ ترکتاز رہتی تھی کہ محمد باز خاں کے والد ترک وطن پر مجبور ہوئے اور عرصہ تک ضلع بدایوں میں ایک ہندو زمین دار کے ایک روپیہ ماہوار پر پیادہ رہے تھے۔ باپ کے بعد محمد باز خاں نے اپنے اور اپنے عیال کی پرورش کیلئے عرصہ تک ہندو خاندان ہی میں میاں جی گری کی تھی۔ مگر جب فضلِ خداوندی نے یاوری کی تو اپنی ہمت اور اہل خاندان کی مدد سے بزور شمشیر ریاست واپس لی۔ اس سلسلہ میں دادوں کے مقام بڑارن بڑا تھا۔ اور محمد باز خاں اتنے زخمی ہوئے تھے کہ ان کی شہادت کی خبر آگئی تھی۔ سنہ ۱۸۰۳ء میں علی گڑھ پر انگریزوں کے تسلط کے بعد ان کو بھی اطمینان نصیب ہوا۔

بڑے باخدا اور معتقد بزرگانِ باصفا تھے۔ چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھی۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں زوجہ (مدینہ بی بی) اور چھوٹے بیٹے غلام محمد خاں (مورث خاندان دادوں) کو لے کر حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اُس زمانہ میں ہندی حاجیوں کے جہاز بندر سورت سے چلتے تھے۔ اور سورت بابِ مکہ کہلاتا تھا۔ سورت کا راستہ بڑودہ ہو کر تھا۔ بڑودہ پہونچ کر محمد باز خاں بقضائے الٰہی واصل بحق ہو گئے۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ باہمت بی بی نے مع فرزند غلام محمد خاں کے سفر مُبارک جاری رکھا۔ اور حج و زیارت سے فایز ہوئیں۔ اس پر جو تہنیت کا فارسی قطعہ ہوا اُس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔ ع

پس از زیارتِ مکہ مدینہ باز آمد

اس سفر پر جتنا خرچ ہوا اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بھموری کی بلند شان دار مسجد اسی پس ماندہ کے ایک جز سے تعمیر ہوئی۔

محمد باز خاں کے بڑے بیٹے **حاجی محمد داؤد خاں** تھے۔ پیدائش ۱۷۷۵ء وفات ۱۸۶۶ء۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم نے ان کے حال میں لکھا ہے کہ:۔

"باز خاں کے بعد ان کے بڑے بیٹے حاجی محمد داؤد خاں خاندان کے بزرگ ہوئے جو اپنی دین داری، فیاضی، کنبہ پروری میں بہت مشہور تھے۔ ان کی دیانت کا اس درجہ شہرہ تھا کہ لارڈ ولیم بنٹنک گورنر جنرل ہند نے ان کو آگرہ کا صدر الصدور مقرر کیا تھا۔ اس زمانہ میں ہندوستانیوں کے لئے یہ عہدہ معراج کمال تھا۔ جب تک ملازمت کی کسی مسلمان پر مسلمان کی سود کی ڈگری نہیں کی۔ یوم جمعہ کو ہمیشہ بعد نماز اجلاس پر تشریف لے جاتے تھے۔ کچھ عرصہ ملازمت کے بعد اس سے مستعفی ہو کر ۱۸۴۹ء میں ایک بڑے قافلہ کے ہمراہ منزل بمنزل سفر کر کے بیت اللہ تشریف لے گئے۔"

مدت ملازمت سات سال رہی۔ حاجی داؤد خاں کی واپسی حج پر جو ایک قطعہ ہوا اس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔ ع

داؤد باز گشت سرافراز در جہاں

اس میں باپ سرافراز خاں اور دادا جہاں خاں کا نام بھی آگیا۔ فریضۂ حج کی ادائگی کے شکرانہ میں بھیکم پور کا پل (بالائے دریائے نیم ندی) تعمیر کرایا۔ جو اتنا مضبوط ہے کہ اپنی تعمیر کے بعد سے کتنے بڑے بڑے نمونۂ طوفان نوح تباہ کن سیلابوں کو اپنے سر پر سے گزارا ہے۔

غدر ۱۸۵۷ء میں آگرہ کمشنری میں بہت زیادہ امن قایم رکھا۔ کثرت سے مظلوموں کو پناہ دی۔ اس سلسلہ سے افغانستانیوں کی ایک خاصی جماعت بھیکم پور میں آباد ہو گئی تھی۔

حاجی محمد باز خاں کے منجھلے بیٹے اور حاجی محمد داؤد خاں کے منجھلے بھائی **حاجی محمد خان**

زماں خاں تھے۔ پیدائش ۱۷۹۲ء۔ وفات ۱۸۷۴ء۔ اپنے باپ حاجی محمد باز خاں اور بڑے بھائی حاجی محمد داؤد خاں کے تربیت یافتہ تھے۔ ساتھ ہی خود بھی بڑے باخدا باتقدیر باتدبیر تھے۔ بلکہ بڑے بھائی داؤد خاں سے زیادہ معاملہ فہم اور دُور اندیش تھے۔ ریاست کا کام بھائی کی حضوری اور غیبت میں خوب کیا۔ بڑے بھائی کی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی سہالہ حاضری کے دَوران میں قلعہ بھیکم پور کی شان دار مسجد تعمیر کرائی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت تھا۔ خوش عقیدگی اور سعی پابندی شریعت کا ثبوت یہ کتاب **تحفۃ المسلمین** (ترجمہ مسائلِ اربعین فی سنۃ سیّد المرسلین) ہے جو اُن پینتیس ۳۵ سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو خان صاحب نے شاہ محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ اور شاہ صاحب نے ان پر پانچ ۵ سوالات کا اضافہ فرماکر چالیس سوالوں کا جواب ارشاد فرمایا۔ سوالات کی اصل تعداد چونتیس ۳۴ اور اضافہ کے چھ ۶ کی روایت سہوِ رواۃ ہے۔

اس فتوے کی اشاعت و بزورِ ترویج جس طور پر ہوئی اس کا حال نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم کی تقریر سے معلوم کرنا چاہیے۔ جو کتاب کے صفحات ۷، ۸ پر نقل ہے۔

حاجی محمد خان زماں خاں کے منجھلے بیٹے **حاجی مولوی محمد عبدالشکور خاں تھے۔** پیدائش ۱۸۳۰ء۔ وفات ۱۹۰۷ء۔ اپنے عہد میں سردار خاندان تھے۔ بڑے بامروت و فیاض تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کے زمانہ میں خصوصاً اندرونِ مُلک کے علما، صلحا، عرفا میں بمشکل کوئی ایسے بزرگ ہوں گے جو بھیکم پور تشریف نہ لائے ہوں۔ اُنھوں نے بھی اپنے زمانہ میں ان فتووں کی پوری تعمیل کی اور خاندان سے کرائی۔ حضرت مولانا عالم علی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ہر کام غور سے کرتے تھے۔ اور اس کے اتنے عادی ہو گئے تھے کہ معمولی سے معمولی کام کے لیے بھی سوچنے کا موقع نکالتے تھے۔ اور اسی لئے اہل معاملہ کو ٹھیراتے تھے۔ "ٹھیرو" کا لفظ اس درجہ زبان زد ہو گیا تھا کہ "منجلے میاں کی ٹھیرو" مشہور ہو گئی تھی۔ نقال اپنی نقلوں میں مرتکب قتل کے لیے پھانسی سے بھی زیادہ سنگین سزا "منجلے میاں کی ٹھیرو میں ڈال دیا جائے"

تجویز کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کاموں میں بہت تعویق ہوتی تھی۔ بھیکم پور سے علی گڑھ اور علی گڑھ بھیکم پور چلنے کے لیے بھی سواری گھنٹوں بنگلہ کے زینہ کے نیچے تیار کھڑی رہتی۔ مگر چوں کہ محنت کش بھی انتہا درجہ کے تھے۔ اس لئے دیر او دیر بٹا سب کام دیتے تھے۔ آخر حیات میں جب حج کا عزم کیا تو اس کے لئے روانگی میں اتنی دیر ہوگئی تھی کہ خود ان کے نزدیک بمبئی میں آخری جہاز کا ملنا نہایت مشکوک ہو گیا تھا۔ چنانچہ نواب مزمل اللہ خاں صاحب مرحوم نے خود مجھ سے کہا کہ مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ:۔ ”مزمل میاں ہم بمبئی ہی سے لوٹ آئیں تو ہنسنا مت“ نواب صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا:۔ ”نہیں چچا جی انشاء اللہ آپ اطمینان سے حج کریں گے“۔ باوجود کثرتِ علایق کے بالوصیت و باہدایت کوئی معاملہ وارثوں اور متعلقین کے لئے لاینحل نہیں چھوڑا۔ بعد حج و زیارت واپسی میں بمقام جدہ وبائی مرض بخار میں مُبتلا ہو کر رحلت کی۔ اور اہل قافلہ میں کئی اقربا و اہل برادری وخدام کام آئے۔ اور جو بقیۃ نقیۂ سیفِ اجل کچھ حیاتِ مستعار لے کر آئے وہ بھی اتنے نحیف وضعیف تھے کہ تارِ بستر سے بھی زیادہ خفیف تھے۔

اگر در حیاتت بماندہ است دیر
نہ مارت گزاید نہ شمشیر و شیر

۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء میں حجاز سے اپنی واپسی کے وقت نواب صدر یار جنگ بہادر نے جدہ میں قبر تلاش کی تو پتہ نہ چلا۔ صرف تقریبی و تخمینی مقام معلوم ہو سکا۔

حاجی مولوی حبیب الرحمٰن خاں

(نواب صدر یار جنگ) حاجی محمد عبدالشکور خاں کے بھتیجے منجلے داماد اور تربیت کردہ تھے۔ پیدائش ۱۸۶۶ء۔ وفات ۱۹۵۰ء بچپن ہی سے صلاحیت کے آثار تھے جس میں ان کی ماں (بی بی تسلیم النساء) کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔ فارسی و عربی کی تکمیل کی۔ انگریزی آگرہ کالج میں پڑھی۔ اور صرف زبان انگریزی مسٹر ڈبلوسی ہورسٹ (ہیڈ ماسٹر ایم اے او کالجیئیٹ اسکول) سے علی گڑھ میں پڑھی۔ عربی مفتی لطف اللہ رحمۃ اللہ اور

اُن کے شاگرد رشید مولوی عبدالغنی خاں سے پڑھی جو نیس دلھن (بی بی زیب بیگم) کے والد ہونے کی حیثیت سے ان کے خسر بھی ہوتے تھے۔ بیعت حضرت مولینا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ گنج مرادآبادی سے تھی۔ والد کا انتقال ۱۹۰۵ء میں ہو چکا تھا۔ تایا کے وصال کے بعد خاندان کے اتفاق رائے سے مشترکہ ریاست کے سربراہ قرار پائے۔ جس پر لاکھوں کے قرضہ کا بار تھا۔ مگر ریاست کا پورا وقار قائم رکھتے ہوئے سارا بار بہت خوبی سے اُتارا۔ ۱۹۱۸ء میں صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی نظام (حیدرآباد) ہوئے! ور کافی مدت اس جلیل القدر عہدہ کو نیک نامی اور قوت کے ساتھ پُر رکھا۔ اور اسی دوران میں صدر یار جنگ کا خطاب پایا۔ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں حج بیت اللہ و زیارتِ روضہ رسول اللہ صلعم سے فائز ہوئے۔

ریاست کے انجنیروں کا اسٹاف اس غرض سے حضور نظام نے ہم راہ کیا تھا کہ روضہ مبارک کی مرمت کا تخمینہ تیار کریں۔ نواب صاحب نے نہر زبیدہ (مکہ مکرمہ) کی مرمت و افادیت کی اسکیم کو بھی شامل کر لیا جو حضور نظام نے منظور فرمالی۔ مگر اُس وقت کے مشیر مال سر اکبر نذر علی حیدری کی دراندازی کے سبب سے بروئے کار نہ آسکی۔ حجاز کے زمانۂ قیام میں شروع سے آخر تک شاہی مہمان رہے۔ سلطان نے بھی ملاقات کے لیے مدعو کیا! اور اتنے متاثر ہوئے کہ غیبت میں کہا: "هو رجل اصیل"۔

نواب صاحب رئیس ہونے کے ساتھ ہی مشہور مصنف بھی تھے۔ ادب (اردو و فارسی) اور تاریخ آپ کا مضمون تھا جن پر کثرت سے معیاری تصانیف ہیں۔ آخری علمی کام "مقالاتِ شروانی" (مجموعۂ مضامین) تھا۔ طبقۂ حکام و رؤساء و علما میں یکساں محترم تھے۔ مولینا شبلی مرحوم نے ایک سلسلہ میں ان کے متعلق سچ لکھا تھا کہ "رئیس یا عالم ان میں سے کسی ایک حیثیت میں بھی وہ کافی نامور ہو سکتے تھے۔ مگر وہ دونوں میں معتبر ہوئے"۔ ان کا جمع کردہ کتب خانہ (خصوصاً بلحاظِ نوادر) نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ہندوستان سے باہر بھی قابلِ استناد ہے۔

ندوۃ العلما اور علی گڑھ کالج اور پھر مسلم یونیورسٹی کے بھی با اثر و نفوذ رکن رکین تھے۔ مولینا شبلی کے ساتھ ندوہ کے نقیب "الندوہ" کے اڈیٹر رہے۔ اور چوتھائی صدی سے زیادہ کالج کی کمیٹی سُنّی دینیات کے سکرٹری اور یونیورسٹی کی آرٹ فیکلٹی کے ڈین رہے۔ یونیورسٹی نے ڈی لٹ (ڈاکٹر آف لٹریچر) کی ڈگری دی۔ اولاد اور اولاد کی اولاد کی تعلیم و تربیت بھی خاص دینی اصول پر کی۔ اور خاندان و محکومان میں دین کا کافی چرچا رکھا۔

مولوی حاجی عبید الرحمٰن خاں۔ (پیدائش ۱۳۱۵ھ سلمہ اللہ تعالےٰ) عُرف

منجھلے میاں اس سبب سے ہے کہ ان کے بڑے بھائی مولوی محبوب الرحمٰن خاں عُرف بڑے میاں تھے جنھوں نے جواں عُمری میں داغِ مُفارقت دیا۔ گھر پر عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی اور انگریزی ایم اے او کالیجیٹ ہائی اسکول علی گڑھ اور عربک کالج دہلی میں۔ والد بزرگوار کے سرکار حضور نظام میں عہدۂ صدر الصدور امور مذہبی پر فائز ہو جانے پر کاروبار ریاست کے انصرام کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ قطع ہوا۔ آنریری اسپیشل مجسٹریٹ رہے۔ صوبہ کی مجلس آئین ساز کے ممبر منتخب ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی کی کورٹ اور مجلسِ عاملہ کے رکن ہوئے۔ ۱۹۳۵ء سے یونیورسٹی کے خازن ہونے کا سلسلہ ہے۔ اس عرصہ میں کئی بار قایم مقام وائس چانسلر بھی ہوئے۔ یونیورسٹی، کانفرنس، ندوہ اور کئی دوسرے قومی تعلیمی اداروں کے ذمہ دار رکن رہے ہیں۔ متعدد سرکاری و غیر سرکاری اداروں کے رکن رکین رہے۔ صوبہ کی حج کمیٹی کے رکن اور ضلع کی حج کمیٹی کے صدر رہیں۔ انگریزی حکومت میں خان بہادری کا خطاب حاصل تھا۔ بدو شعور ہی سے مذہبیت غالب ہے۔ حضرت مولینا شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہے۔ اور آج (۲۹ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۵۸ء) کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں دوسرے حج کے لئے حاضر بیت اللہ و عازم زیارت روضۂ رسول اللہ صلعم ہیں۔ پہلا حج ۱۹۳۲ء میں کیا تھا۔

مولوی حاجی ریاض الرحمٰن خاں (پیدایش ۱۹۲۴ء سلمہ اللہ تعالےٰ) عُرف

دُلارے میاں - اگرچہ اس وقت ماشاء اللہ بڑے ہیں - مگر دراصل یہ بھی یوں منجھلے ہیں کہ ان سے بڑا بھائی رضی الرحمٰن (عرف سعید میاں) تھا جس نے طفولیت میں انتقال کیا - ماشاء اللہ جوان صالح ہیں - مسلم یونیورسٹی سے عربی کے ایم اے ہیں - اور ایک سال سے زیادہ مصر میں رہ کر تعلیم کی تکمیل کی ہے - یونیورسٹی میں عربی کے اُستاد ہیں - دورانِ قیام مصر میں حج و زیارت کا بھی شرف حاصل کیا - بارک اللہ علمی شغف اور مذہبی رجحان رکھتے ہیں - حضرت شاہ اصغر علی عرف سکین شاہ مدظلہ سے سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں بیعت ہیں - تحفۃ المسلمین کی یہ طبع ثالث انھی کی کارپردازی میں ہو رہی ہے - اور یہ محض اتفاق ہے (اور عجیب ہے) کہ اب تک اس کتاب کی اشاعت کا عملی تعلق منجھلے میوں ہی سے رہا - والغیبُ عند اللہ -

مولوی (ملاّ) محمد نظام - قدیم سکونت شاہجہاں پور محلہ جلال نگر محلہ تارین ٹکلی - ان کے بعض اساتذہ عامل بالحدیث تھے اور بدعت سے مجتنب - یہی عمل ملا محمد نظام کا تھا - لوگ اُنھیں وہابی کہتے مگر وہ خود کو حنفی بتاتے تھے - نہایت صالح اور ذکی و ذہین تھے - شعر و سخن کا مذاق بھی رکھتے تھے - تاریخ ولادت و وفات کا تعین نہیں ہو سکا - مگر قراین سے تیرھویں صدی وسط و آخر معلوم ہوتا ہے - بہر حال بظاہر مرد صالح تھے جس کا ثبوت وہ عقیدت ہے جس کا اظہار اُنھوں نے "مسائلِ اربعین" کے ترجمہ (تحفۃ المسلمین) میں کیا ہے - اور خصوصًا یہ کہ یہ ترجمہ اُنھوں نے باوجود اس علم کے کیا کہ اس کا ترجمہ "رفاہ المسلمین" کے نام سے کئی سال پہلے ہو چکا تھا - اور یہ اس لئے کیا کہ نیت مزید نفع رسانی کی تھی - اور انما الاعمال بالنیات - خداوند تعالےٰ اجر عطا فرمائے - آمین -

مولوی سعد الدّین عثمانی - (وفات ۱۲۸۳ھ) وطن بدایوں - فقہ و فرائض میں تبحر حاصل تھا - رد بدعات میں بڑے غالی تھے - "مسائلِ اربعین" کا ترجمہ "رفاہ المسلمین" کے نام سے مع شرح و حواشی مفیدہ سال تالیف فتاوے (۱۲۵۵ھ) سے دو ہی سال بعد کر دیا - ان کے زمانہ میں مولینا فضل رسول صاحب بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ) ایسے غالی حنفی تھے کہ

"وہابی" کو گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ وہ مولوی سعدالدین صاحب کو اس درجہ تنگ اور دق کرتے تھے کہ ایک بار اُن کا ستقا بھنگی تک بند کر دیا تھا۔ مگر مولوی سعدالدین صاحب اس پر بھی اپنی مساعی سے باز نہ آتے تھے۔ شکر اللہ مساعیہ۔

مولوی عبدالمجید بدایونی (پیدائش ۱۱۷۷ھ وفات ۱۲۶۳ھ)۔ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی کے والد۔ علوم اسلامیہ میں فاضل اور حضرت شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی[7] سے بیعت و صاحبِ اجازت تھے۔

سید ابو محمد جالیسری عرف ابین الدین مکی ان کا ضروری حال کتاب کے صفحہ تیرہ[13] پر ہے۔ مزید علیہ یہ ہے کہ اُن کے مخصوص تعلقات رؤسائے بھیکم پور محرکین فتاوے سے بھی تھے۔

مولوی محبوب علی۔ ان کا ضروری تذکرہ کتاب کے صفحہ پچاسی پر ہے۔ اور فتاوے پر حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے ساتھ ان کی مُہر بھی (حسب ایمائے حضرت شاہ صاحب) ثبت ہے۔

سید کریم نبی سہسوانی۔ اب سے سوا سو سال قبل قصبہ سہسوان (ضلع بدایوں) میں ایک بزرگ پیرجی سید کریم نبی نامی تھے۔ فارغ التحصیل عالم نہ تھے۔ البتہ فارسی داں اچھے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد و معتقد تھے۔ شاہ جہاں کے عہد میں ان کے خاندان کو "پیرزادہ" کا لقب عطا ہوا۔ عمر سو سال سے زیادہ پائی۔ سادات سہسوان کے تمام نسب ناموں میں ان کا مرتّب کردہ نسب نامہ بزبانِ فارسی سب سے زیادہ معتبر و مستند ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔ (پیدائش ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء وفات ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) تاریخی نام غلام حلیم (۱۱۵۹ھ)۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ اور یہ وہ خاندان ہے جس کے ذریعہ سے ہندوستان میں علم حدیث کا زیادہ فروغ ہوا۔ بڑے مفسر، محدث، فقیہ، مورّخ اور ادیب تھے۔ علوم منقول کے علاوہ علوم معقول میں بھی دست گاہ کامل رکھتے تھے۔

ہیئت دانی کا یہ کمال تھا کہ ماہ مبارک رمضان میں محراب ایسی ترتیب سے سناتے تھے کہ پہلی ہی تراویح کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ شوال کا چاند اُنتیسا ہوگا یا تیسا۔ کیوں کہ اُنتیسے کے لئے اٹھائیسویں شب کو اور تیسے کے لئے اُنتیسویں شب کو محراب ختم کرتے تھے۔ بڑے مناظر تھے۔ خصوصیت یہ تھی کہ جواب نہایت مختصر اور مسکت و مدلل ہوتا تھا۔ آپ کے زمانہ میں عیسائی مبلغین کا زور ہو چکا تھا۔ پادریوں سے آپ کے اسی نوع کے مناظرے مشہور ہیں۔ کتبِ دینیہ کے مصنف بھی پایہ کے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اگرچہ اُس درجہ کے عالم تھے کہ آپ کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ کی صف میں رکھا جاتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ باپ اپنے اور اپنے بیٹے کے حینِ حیات معروف نہ ہوئے اور اپنی اور بیٹے کی بھی وفات کے بعد عرصہ تک آپ کا تعارف یوں ہوتا رہا کہ "شاہ ولی اللہ صاحب جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے والد تھے"۔ آپ کو بالاتفاق "خاتم المحدثین" تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کے اوصافِ حمیدہ و اخلاق برگزیدہ کے دریا بکوزہ بیان کے لئے حکیم مومن خاں مومن کی تاریخ وصال نقل کرتا ہوں جو خود شاہ صاحب

انتخابِ نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز
بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثل

جانبِ ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے
آ گیا تھا کیا کہیں ایماں میں مُردوں کے خلل

ہے ستم اے چرخ کس کو تو جہاں سے لے گیا
کیا کیا ہے ظلم تو نے بے کسوں پر اے اجل

جب اُٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا
لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں محل

کیا کس و ناکس پہ تھا صدمہ کیا جس وقت دفن
ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل

مجلسِ درد آفرین تعزیت میں بھی تھا
جب پڑھی تاریخ یہ مومن نے آ کر بے بدل

دستِ بے دادِ اجل سے بے سر و پا ہو گئے
فقر و دیں۔ فضل و ہنر۔ لطف و کرم۔ علم و عمل

ق+ی+ض+ن+ط+ر+ل+م

۱۲۳۹ھ

مولوی محمد ایوبؒ صاحب۔ مجھے ان کا حال زیادہ کیا جتنا بھی معلوم ہے وہ بقدر نفی کے ہے۔ صرف اس قدر جان گیا ہوں کہ مُلک کی تقسیم (ناقابلِ تفہیم) کے بعد سے نزیل کراچی ہیں۔ وہیں سے بی اے کی ڈگری لی ہے۔ خالص علمی مذاق رکھتے ہیں چنانچہ سرکاری غیر علمی ملازمت ترک کرکے آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے ریسرچ سکشن میں ہیں۔ مجھے برابر فایدہ پہونچاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ "مسائلِ اربعین" کے علاوہ "تحفۃ المسلمین" کے دوسرے دو ترجموں کا حال آپ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ حتّٰی کہ ان کے نمونے بھی نقل کر بھیجے۔ ورنہ میرے باپ دادا کو بھی ان دونوں کا علم نہ تھا۔ ان کے ریسرچ کی افراط اس سے ظاہر ہے کہ میرا حال بھی ریسرچ کر مارا ہے۔ اور "آید بکار" کے لئے "داشتہ" کرلیا ہے۔ ظاہر کے حکم سے بالکل ٹھیک کیا ہے۔ غیب کا علم صرف عالم الغیب کو ہے۔ ؎

چنیں یاد دارم کہ یک کاسہ گر ہمی گفت با کاسۂ پُر خطر

ندانم کہ سنگِ سپہرِ قضا ترا بشکند پیشتر یا مرا

مجھے اُمید ہے کہ محمد ایوب صاحب میری اس کم علمی (بلکہ لاعلمی) پر صبر فرمائیں گے۔ اپنی عُمر کے اس درجہ میں مجھ سے بیٹھے بیٹھے "آم کھانے" ہی کی توقع ہو سکتی ہے۔ "پیڑ گننے" کی نہیں ہو سکتی جو بہت چلا پھری چاہتی ہے۔ اور یہ خدا ہی کا کرم بر کرم ہو سکتا ہے کہ وہ آم "ثمر بہشت" اور "نایاب" ہوں۔ فالحمد علےٰ احسانہٖ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰے خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ ۔ اٰمِیْن

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

نئی بستی، علی گڑھ:
ذوالقعدۃ الکرام ۱۳۷۷ ہجری
(مئی ۱۹۵۸ء)

کے برگزیدہ سوانح۔ ۳ر

کاروانِ خیال نواب صدر یار جنگ بہادر کا کلیاتِ نظم اردو و فارسی۔ عہ

تعلیم اسلام کا اثر عمر و صحت پر صدہا بزرگانِ دین کی عمروں کا حال بتا کر ثابت کیا ہے کہ تعلیم اسلام کی کما حقہٗ پابندی قیام صحت و درازیٔ عمر کا باعث ہوتی ہے۔ عہ ر

خطبۂ صدارت اورنٹیل کانفرنس میں زبانِ اردو کی ماقبل و دل تاریخ ۴ر

معلم اردو زبان کا قاعدہ بطرز جدید مرتبہ محمد مقتدی خاں شروانی ۲ر

الایمان والاسلام پانچ رسالوں کا سٹ، اسلامی عقائد کے متعلق نہایت سلیس اردو زبان میں بے نظیر ترتیب کے ساتھ بچوں، بڑوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں سب کے مطالعہ کے لائق۔ انبیاء سابقین علیہم السلام اور خصوصاً آں حضرت صلعم کی مقدس سیرتوں کا بیان۔ اسلامی حقوق و فرائض و اخلاق و آداب پر ابواب۔ امام نسفی اور شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کے رسائل، عقائد کی نقل آیات و احادیث کا مع ترجمہ اقتباس۔ ہندوستان، پاکستان، نیپال، ملایا، جنوبی افریقہ اور اسلامی ممالک کے ہندوستانی گھروں میں چلا ہوا۔ مؤلفہ محمد مقتدی خاں شروانی۔ ـــے ر

الحج حج کے نہایت مشکل اور پیچیدہ مسائل سہل ترین زبان میں بہترین ترتیب کے ساتھ۔ اس مضمون پر اب تک کسی زبان (حتیٰ کہ عربی میں) ایسی کتاب موجود نہیں ہے۔ مع دعاؤں اور سلاموں کے اور حرمین شریفین کے عمدہ نوٹوؤں کے۔ مؤلفہ مولینا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم۔ للعہ ر

المبین عربی زبان کے فضائل و کمالات بمقابلہ تمام دوسری عالمی زبانوں کے بے نظیر۔ مؤلفہ مولینا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم۔ صہ ر

الانہار فارسی زبان کی تاریخ۔ مؤلفہ مولینا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم۔ ـــے ر

یادِ ایام عہدِ اسلامی میں صوبہ گجرات کی علمی ترقی کی ولولہ انگیز تاریخ جو نہایت تحقیق و کاوش سے لکھی گئی ہے۔ از مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب مرحوم۔ عہ

سلاطینِ معبر ساحل کارومنڈل کے مسلمانوں کی فراموش شدہ سلطنت کا تاریخی حال جس کے ساتھ متعدد نقشے اور معبر کے سکوں کے عکسی نقوش بھی دیئے گئے ہیں۔ از حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری۔ ۱۲ر

ملیبار ملیبار کے جغرافیائی اور تاریخی حالات معہ متعدد نقشہ جات۔ یہ حالات بڑی محنت اور تحقیق سے لکھے گئے ہیں۔ عہ

شروانی نامہ حاجی عباس خاں شروانی مرحوم کی تالیف جس میں ہندوستان کے مشہور خاندان شروانی کے قدیم و جدید حالات مع شجرات بہت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ صہ ر

مذہب و عقلیات مذہب و عقلیات کے تعلق پر ایک جدید خیال از مولانا عبدالباری صاحب ندوی۔ ۸ر

خطباتِ صدارت ۱۹۳۶ء میں کانفرنس کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقعہ پر مختلف شعبوں کے جلسوں میں اکابرِ ملت نے جو خطبات پڑھے تھے یہ کتاب اُن خطبات کا مجموعہ ہے۔ ہر خطبہ بہترین معلومات کا ذخیرہ ہے۔ عمار

تمدن و معاشرت سرسید، نواب محسن الملک، نواب وقار الملک۔ مولانا حالی اور بعض دیگر اہلِ قلم کے اُن چیدہ اور معرکتہ الآرا مضامین کا مجموعہ جو محض اصلاحِ معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عہر

اصلاحِ تمدن آنریبل ڈاکٹر جسٹس سرشاہ محمد سلیمان مرحوم کا ایک نہایت مفید جامع اور محققانہ خطبہ جس میں تمام مدنی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ ۱۲ر

اسلامی زندگی بتایا ہے کہ اسلامی زندگی کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ ۲ر

پیامِ اسلام دُنیا میں اسلام کے آنے کا کیا مقصد ہے۔ ۲ر

دُرجِ لولوئے فصاحت نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر مرحوم کے کلام فارسی، عربی، اردو، انگریزی کا مکمل مجموعہ۔ مے ر

حیاتِ مزمل نواب سر محمد مزمل اللہ خاں مرحوم کی غیر معمولی و متنوع سبق آموز زندگی کے دلچسپ حالات جن میں اُن کے عہد کے مذہبی، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی رجحانات کا بھی تبصرہ آگیا ہے۔ ے ر

ذکرِ مبارک حیاتِ مبارک کے تقریباً تمام

واقعات کا ذکر۔

تبصرہ حضرت امام ابو حنیفہ اور اساطین فقہ حنفی (مثلاً حضرت علامہ عبداللہ ابن مسعود، علقمہ، اسود، شرجیل، مسروق، شریح، ابراہیم، حماد، محمد، ابو یوسف) رحمہم اللہ اور خطیب بغدادی، محمد بن اسحاق، محمد بن جریر طبری اور شہر بغداد کے حالات میں نہایت دل چسپ کتاب۔ ۱۰ ار

علمائے سلف نہایت مقبول تصنیف (جو عربی کی مستند ترین تاریخی کتابوں کے تقریباً چھ ہزار صفحات کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے) اس کتاب سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں کے اندر علم کا کس قدر ذوق تھا اور مسلمان علماء کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی کی کیا کیفیت تھی۔ مختصر یہ ہے کہ ایسی کتاب دنیا کی کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ عہ

نابینا علماء علمائے سلف کے سلسلہ میں یہ رسالہ ان مسلمان علماء کے حالات میں ہے جنہوں نے سر کی آنکھوں سے محروم ہونے کے باوجود علم کے نور سے نہ صرف اپنے بلکہ دوسروں کے دل و دماغ کو منور کیا۔ دنیا کی ہر زبان میں ایسے رسالے بہت کم ہیں۔ اردو زبان میں یہ سب سے پہلا اور اب تک واحد رسالہ ہے۔ ۴ر

استاذ العلماء حضرت مفتی محمد لطف اللہ صاحب مرحوم کے سوانح جن کے ضمن میں ان کے استاذ مفتی عنایت احمد صاحب شہید اور استاذ الاستاذ مولوی بزرگ علی صاحب مرحوم کے کچھ مختصر حالات اور مفتی صاحب مرحوم کے اجل شاگردوں کے اسماء بھی شامل ہیں۔ اس رسالہ سے اب سے پہلے زمانہ کے اساتذہ اور تلامذہ کے طریق افادہ و استفادہ پر عمدہ روشنی پڑتی ہے۔ تعلیم قدیم و جدید دونوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے یکساں سبق آموز ہے۔ ۴ر

فقہ حنفی فقہ حنفی کی تاریخی حقیقت سے موزوناً و محدثانہ بحث ہے اور جس میں ضمناً حضرت ابو حنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے

دونامور شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد اور بعض دیگر اساطین فقہ حنفی حضرت عبد اللہ ابن مسعود، علقمہ بن قیس، مسروق الہمدانی، اسود النخعی، عمرو بن شرجیل، شریح القاضی، ابراہیم النخعی، حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہم کے حالات سے بھی التقات ہے۔ ۸ر

تذکرۂ بابر ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ کی بُنیاد رکھنے والے شاہ ظہیر الدین بابر غازی کے نہایت دلچسپ حالات جو اخلاقی اور تاریخی دونوں حیثیتوں سے نہایت دلچسپ اور قابل مطالعہ ہیں۔ ۱۲ر

حالاتِ حزیںؔ مشہور نازک خیال شاعر علی حزیںؔ پر ایک پُر مغز لکچر۔ نہ صرف حزیںؔ کے دلچسپ حالات بیان کیے گئے ہیں بلکہ اُس کی شاعرانہ حیثیت پر بحث کر کے منتخب کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔ ۶ر

۴۔ اخلاق و آداب

اسلامی اخلاق مضمون اخلاق پر دلنشیں بحث کرنے کے بعد اچھے اور بُرے اخلاق کے متعلق کثیر التعداد حدیثوں کا اردو ترجمہ دیا ہے اور اخلاق جیسے خشک مضمون کو شگفتہ بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بڑوں اور بچّوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ عہ ر

نقشِ وفا حقوق و فرائض زوجین کے متعلق نہایت بیش بہا نصائح و مفید ہدایات دستور العمل بنانے کے قابل ہیں۔ عہ ر

۵۔ متفرق

سرسیدؔ کی یاد سرسیّد کی تعلیمی جدوجہد کا ذکر نہایت دلچسپ اور محققانہ پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ ۳ر

عرضِ اخلاص ایک تقریر جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان لڑکیاں ضرورتِ زمانہ کے مطابق ضرور عمدہ تعلیم پائیں۔ مگر اس طرح کہ شعائرِ اسلام پر نہایت استحکام کے ساتھ قائم رہیں اور سادہ اسلامی معاشرت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ۴ر

مسلمانوں کی تعلیم قدیم بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصب العین کیا تھا۔ ۴ر

برقِ تجلّی حسن و عشق ان مشہور روزگار ہستیوں کی زندگی پر بہترین تبصرہ۔ ۱۲ر

(کتابوں کے ملنے کا پتہ:۔ محمد مقتدیٰ خاں شروانی، شروانی بک ڈپو علی گڑھ)